ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ — پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

۷۸۶

۹۲

توحید و رسالت پہ ہے ایمان ہمارا
رہبر ہے رہ زیست میں قرآن ہمارا
اصحاب کے چاکر ہیں غلام آل نبی کے
منبر ہو کہ مقتل ہے یہ اعلان ہمارا

منفعت ایک ہے سب کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

محک الحق والباطل

یعنی شیعہ سنی عقائد کی مختصر روئیداد

اور

کُلُّ مُؤمِنٍ اِخْوَۃٌ

پر ایک پر اثر محققانہ تبصرہ

از قلم فیض رقم حضرت مفکر ملت فاضل نوجوان فصیح اللسان

مولانا عبد النبی الاثری محمد رمضان گلشن چشتی صاحب مد ظلہ

ملنے کا پتہ

حافظ اللہ وسایا

ناظم دار الاشاعت مدرسہ جامع مسجد غلہ منڈی میانچنوں (ضلع ملتان)

(لاثانی آرٹ ایجنسی قدیر آباد ملتان شہر)

قیمت صرف آٹھ آنے ۸/ (پچاس نئے پیسے) بار اول

پیشکش

میں مولانا محمد رمضان گلشن صاحب کا صرف پرانا معترف و مخلص نہیں ہوں۔ بلکہ چند یوم مدرسہ مطلع العلوم بائی تشریف ان کے ہمراہ ہمدرس رہنے کا شرف بھی رکھتا ہوں۔ ان کی ابتدائی جذبے و ذوق جو کہ تعلیمی زمانہ میں نمایاں تھے۔ انہیں بھی بخوبی جانتا ہوں۔ اور پھر آج انہیں عملی جامہ پہنانا یہ بھی علاوہ میرے سرزمینِ میاں چنوں سے مخفی نہیں۔ لاشبہ ان کا تکلم درسِ اخوت و ضابطۂ حیات کیلئے مشعلِ راہ ہی ہوتا ہے۔ مجھے کیونکہ مشیت ایزدی کے تحت میاں چنوں میں ان کی صحبت چند ماہ سے میسر ہے۔ اور اکثر ان کی معیت میں گرد و نواح کے جلسوں میں بھی شمولیت رہتی رہتی ہے۔ اور ان کی تقریر دلپذیر سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہوں۔

واقعی ان کے کلام بے باکانہ و طریق انصاف سے اجتماع پر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اور کیوں نہ ہو شعلہ بیانی کے ساتھ خوش الحانی بھی شامل ہے۔

ہر مقرر کی تقریر کو محفوظ رکھنا میرا معمول اور فطرتی مشغلہ ہے۔ سو مولانا موصوف کے بیان در فشاں بھی خارج عن الحفاظت نہیں تھے۔ چند دوستوں سے پیش کئے۔ نہایت مؤثر ثابت ہوئے۔ اور مزید اصرار احباب یہ ہوا۔ کہ انہیں منظرِ عام کیا جائے۔

مجھے ان مخلص دوستوں کے نیک مشورہ سے طباعت کا خیال ہوا۔

لیکن بسبب فرصت قلیل اور مواد کثیر ہونے کے تمام تقریریں مجھ سے طبع کرانی مشکل تھیں۔ لہٰذا صرف ایک تقریر مشتے نمونہ از خروارے جس کی دور حاضرہ کے لئے بے حد ضرورت ہے۔ اور مع چند حوالہ جات (شیعہ سنی عقائد) جو کہ عرصہ کثیر سے مولانا کی جانفشانی سے میرے پاس محفوظ تھے۔ پیش ناظرین کر رہا ہوں۔

انشاء اللہ تعالیٰ وقت فرصت پر باقی ماندہ بیانات بھی وقتاً فوقتاً پیش خدمت کرتا رہوں گا۔

دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اہلسنت فاضل کو مزید ہمت و ذوق عطا کرے۔

والسلام

خادم قوم حافظ اللہ وسایا شاہدی
مدرس مسجد غلہ منڈی میاں چنوں

ایک نبی کی اُمت میں زمین و آسمان کا اختلاف کیوں؟

ایک حویلی کے خیراندیش باشندوں میں تصادم اور تخالف جس سے ان کی حویلی کی بنیادیں کھوکھلی ہو جائیں۔ یہ کیوں؟

کہا جائیگا بے سمجھی ہے۔ نفسانیت ہے۔ حسد ہے۔ اپنی اقتداء کی خاطر یہ سب کچھ ہوا۔ لاریب! لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس حویلی میں دوست نما دشمن خیراندیشوں کا بھیس بدل کر گھس آئے۔ عیاری و چالاکی سے کام لیا ہمیشہ کے لئے اختلاف پڑ گیا۔

یاد رہے کہ مخالف کو فریق ثانی کی بربادی کا خیال رہتا ہے۔ اور مخالف بھی وہ جس کے تشدد کا کلام اللہ شاہد کہ واقعی یہی اللہ کا ناشکرہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا دشمن علیٰ قلبک بر سبیل حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی اور زہر دینے والا گروہ ان کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا الیہود والذین اشرکوا اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان یہودیوں اور مشرکوں کو مسلمانوں کا سب سے زیادہ سخت دشمن پاؤ گے۔

خدائے تعالیٰ کا فرمان برحق۔ ان یہودیوں کو خیبر میں جلا وطن کر کے بھیجا گیا۔ مقابلتہً وجداً اسلام سے ٹکر نہ دے سکتے تھے۔ دورِ صحابہ کرام میں

موقع پاکر عبد اللہ ابن سبا (جوکہ یہودی تھا) کی معیت میں مسلمانوں میں گھس کر قیامت تک کا اختلاف ڈال دیا۔

محبانِ اہلِ بیت شیعانِ علی کا لبس اور در حقیقت اُن کی عداوت اور انہیں ستانا ان کا ایک قلبی شغلہ تھا ؎

ستم در پردہ کرتے تھے بظاہر پیار کرتے تھے حقیقت میں غلط الفت کا یہ اقرار کرتے تھے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لیکر ہر امام از ائمہ اہلِ بیت ہر ایک امام کو ستاتے اور دیگر لوگوں کی نگاہوں میں شیعانِ علی کہلواتے آخر ان کے بارے میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو کہنا پڑا۔ کہ اے لوگو! تم انہیں ہمارا گروہ سمجھتے ہو۔ حالانکہ قلما خذلنا شیعتنا۔ ہمیں ان شیعوں نے ہی ذلیل کیا ہے۔ خلاصۃ المصائب صفحہ ۴۹ تا ۵۶ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے اور ادھر دینِ اسلام کو مجروح کرتے عوام ان کے صرف دعویٰ محبت میں فریب کھا گئے۔ اور یہ نہ سمجھ سکے کہ ان کی غرض کیا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے اصولِ اسلام کو بدلا۔ اخوتِ دینی کو صدمہ پہونچایا یعنی تصویرِ حقیقی پس پردہ رکھی اور عوام کو الٹا رخ دکھایا۔ نہ نماز کی پابندی جو کہ اصولِ دینِ اسلام ہے۔ جس کی مداومت پر رسولِ پاک کے قدم متورم ہوئے اور جس کو سرکارِ مدینہ نے آخری وقت تک نہ چھوڑا نہ لحاظ سنت کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما۔ باقی آئمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے چہرۂ انور پر داڑھی تھی یا نہیں تھی۔

غرضیکہ جو من میں آیا اُسے بزرگوں کی طرف منسوب کر کے اصولِ دین بنا دیا۔

مثلاً تبرا اسباب ڈھول کی آواز پر ماتم اور بڑے تنظیمی طریقے سے جلوس، منہ اور رانوں پر پیٹنا اپنے آپ کو زخمی کرنا وغیرہ۔

مقصد تو تفریق اور مخالفتِ اسلام تھی۔ کسی کی فرمانبرداری تو ملحوظ نہیں تھی جس جس کے من میں جو جو بات آئی۔ کہی ایک نے کہا ابو بکر صدیق ہیں۔ دوسرے نے لکھا ابو بکر اور اُس کے پیروکار کافر ہیں۔ ایک کہتا ہے یہی قرآن تیس پارے والا ٹھیک ہے۔ دوسرے نے کہا اس موجودہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن کی ہمارے قرآن میں ایک آیت بھی نہیں۔ ایک نے کہا سیدنا عثمان ذوالنورین ہیں۔ دوسرے نے کہا بالکل نہیں۔

فی الجملہ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفتِ اسلام کے علاوہ اُن کا آپس میں بھی اختلاف ہو گیا۔ کیونکہ غرض ہر ایک کی واحد تھی۔ آپس کے اختلاف کو کالعدم قرار دینے کیلئے ایک تقیہ کا پہلو نکال کر معاملہ صاف کر دیا۔ مثلاً زید نے کہا کہ تمہارے فلاں بزرگ نے حضرت ابو بکر کو صدیق کہا ہے۔ تو جواب ملا کہ (نعوذ باللہ) وہ تو غاصب اور کافر ہے مگر ہمارے بزرگ نے وقتی طور پر تقیہ کیا ہوگا۔

ہمارے سیدھے سادے مسلمانوں نے سمجھا کہ بات ٹھیک ہے۔ لیکن اس بات سے بعید ہے کہ دو رنگی والے صادق ہوتے ہیں یا کاذب۔

اب بتایئے۔ کہ ایک گھر میں زید، عمر دو آدمی رہتے ہوں اور باہر والا

دعویٰ کرے کہ تمہارے گھر میں فلاں چیز موجود ہے۔ زید کہے نہیں۔ اور عمر کہے ہاں واقعی وہ چیز موجود ہے۔ تو بتاؤ کہ دعویٰ سچا مانا جائیگا یا جھوٹا۔ اور مزید برآں یہ کہ تلاشی سے وہ چیز واقعی دستیاب بھی ہو جائے تو تم کس کو سچا مانوگے۔ صرف منکر زید کو یا عمر اور بیرونی مدعی کو۔

ان اسلام کے مخالف لوگوں کی عین یہی تصویر ہے۔ تفصیل کیلئے پیشکش ملاحظہ فرماکر فیصلہ کریں۔ کہ کیا واقعی اختلافات اور نزاع باہمی کی یہی وجہ ہے یا نہیں؟ اور انشاءاللہ عنقریب اسی مضمون پر گلستر مکمل کتاب پیش کریگا۔ یہ چند اوراق پیش کرنے سے میرا مقصد کسی فرقہ یا گروہ کی دل آزاری مقصود نہیں۔ صرف تنبیہہ اور دعوت الی الحق مطلوب ہے۔

اور منصف مزاج۔ حقیقت کے متلاشی دانشمند حضرات سے امید ہے کہ وہ اس سے نتیجہ خیز اخذ کریں گے۔

یہ ایک بین بات ہے۔ کہ جب مخالف اپنی کارگزاری اور خواہش میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس کا اصلی چہرہ پھر نمودار ہوتا ہے۔ اسی طرح جب انہوں نے اپنے حربہ میں کافی حد تک کامیابی پائی پھر زہر اگلا اور ظاہر ہو گئے۔ اہلسنت کی ذبیحہ خنزیر سے بدتر ہے اہلسنت مشابہ خنزیر ہیں۔ اور ابوبکر و عمر اور ان کے پیروکار کافر ہیں۔ شعر بدوا

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

صرف چند حوالہ جات پیش ہیں بخوف طوالت۔ مشتے نمونہ از خروارے اسی پہ اکتفار

کرتا ہوں۔ کیونکہ صاحبِ انصاف عقل کیلئے ایک حرف بھی دلالتِ راہ کیلئے کافی ہوتا ہے۔

ہشیار کو یک لفظ غنیمت ہے کفایت ۔ نادان کو کافی نہیں دفتر نہ رسالہ

عقلمند اں نوں اکتہ کافی تے لوڑ نہیں دفتر دی ۔ بے عقلاں نوں اثر نہ کردی پنڈ نبی سر وردی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ راہِ راست پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)

عبد النبی الانور محمد رمضان گنہگار عفا اللہ عنہ

خطیب جامع مسجد غلہ منڈی میاں چنوں۔

نوٹ :۔ عقائد شیعہ میں جہاں حوالہ کتب درج نہیں ہو سکا۔ یہ وجہ ہے کہ یہ باتیں اظہر من الشمس ہیں۔ ان سے کوئی اہل تشیع ذکر نہیں۔ اگر کوئی انکار کرے تو الحمد للہ ہمیں مقصود ما است ۔

نمبر شمار	عقائد شیعہ	عقائد اہلسنت و جماعت	عقائد حضرت علی، ائمہ اور شیعوں کی کتب سے
۱	نعوذ باللہ من شرہم ابوبکر و عمر کافر اور ان کے ماننے والے بھی کافر ہیں۔ حق الیقین ص ۶۹	حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فدیہ ہیں۔ ان کو کافر کہنے یا ماننے والے خود کافر ہیں۔	ابوبکر صدیق ہیں۔ تفسیر قمی مطبوعہ ایران ص ۲۶۶ حضرت عمر مسلمانوں کیلئے جائے پناہ ہیں۔ نہج البلاغہ ص ۳۹ فاروقی فوج خداوندی فوج ہے۔
فائدہ:- اب غور فرمائیے۔ کہ ایک مقام پر خلفائے رسول کو کافر اور دوسری جگہ صدیق اور مسلمانوں کے جائے پناہ کہیں۔			
۲	اصحاب ثلاثہ اور حضرت عائشہ پر تبرا کرنا جائز ہے۔ حق الیقین ص ۶۸۵	من سب اصحابی فقد سبنی جس نے میرے صحابہ کرام کو سب کی اس نے مجھ کو گالیاں دیں۔	(۲) حضرت عمر کے کہنے پر حضرت علی شیرِ خدا نے حضرت صدیق سے بیعت کی۔ حق الیقین ص ۲۲۳

فائدہ:- مریدانِ علی علیہ السلام تو کہیں کہ اصحاب کرام کی سب کرنی چاہیئے۔ اور حضرت مولا علی مرشدِ عالی ان سے بیعت کریں۔ انصاف آپ پر ہے۔ کہ پیر کی پیروی کریں یا مریدوں کو سچا سمجھیں۔ اور مزید براں یہ کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کے لڑکے کا نام عمر تھا۔ اصول کلینی ص ۱۹۱ سطر ۲ اور کتاب ہذا کے ص ۲۲۵ سطر ۲۳ پر یہ بھی ہے کہ حضرت زین العابدین کے بیٹے کا نام بھی عمر تھا۔ ذرا غور فرمائیے کہ اگر یہ حضرات اہلبیت کے دشمن تھے۔ تو ان کے ہم نام حضرت علی اور حضرت زین العابدین کے بیٹے کیسے ہوتے۔ اور جو مردود نام عمر کا بھی ہو۔ کیا وہ اولادِ علی و اولادِ زین العابدین کا بھی نہیں ہوگا۔ فافہم

۴	ام کلثوم دختر حضرت علی کا نکاح حضرت عمر سے نہیں ہوا۔ اور اس بات کے ماننے سے حضرت عمر کی کمال درجہ کی بے حیائی اور بے غیرتی ہے۔ نور ایمان ص ۶۸	حضرت ام کلثوم دختر حضرت علی کا نکاح حضرت فاروق اعظم سے ہوا ہے۔ اور آپکے بطن سے زید نامی بچہ پیدا ہوا اور کمسنی میں ذفانت پا گیا	عن جعفر عن ابیہ قال ماتت ام کلثوم بنت علی وابنہا زید بن عمر بن الخطاب فی ساعۃ واحدۃ لا یدری ایہما ھلک قبل فلم یورث احدھما من آخر وصلے علیہما جمیعا۔

خلاصہ:- امام جعفر صادق اپنے والد امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ام کلثوم جو کہ حضرت علی کی لڑکی ہے۔ اور زید جو ام کلثوم اور حضرت عمر بن الخطاب کا بیٹا ہے۔ اکٹھے وفات فرما گئے۔ اور اکٹھا جنازہ پڑھا گیا۔ تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۳۸۰

فائدہ۔ بعض شیعہ بے سوچے سمجھے یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ ام کلثوم بنت فاطمہ پیدائش کے لحاظ سے چھوٹی عمر کی تھی۔ اور خلیفہ ثانی کے اخیر زمانہ تک حد بلوغ کو نہ پہونچی تھیں۔ لہذا فطرت انسانی خلیفہ ثانی کے نکاح میں آنے سے مانع تھی ــــ

الجواب

حضرت ام کلثوم بنت حضرت علی کا پیدا ہونا فریقین کے کتب میں بالتصریح موجود ہے

چنانچہ اصابہ فی تمیز الصحابہ سنی میں ہے۔ ولدت ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب الہاشمیۃ فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمہا فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۴۹۲ ج ۴

حضرت ام کلثوم جو کہ حضرت سیدنا علی کی اور حضرت فاطمہ کی بچی ہے۔ حضور کے زمانہ میں پیدا ہوئی اور شیعہ کی کتاب جلاء العیون میں ہے۔ کہ جب رات ہوئی تو حضرت فاطمہ نے حضرت امام حسین کو بائیں کندھے پر بٹھایا۔ اور بایاں ہاتھ ام کلثوم کا اپنے داہنے ہاتھ میں لیا اور ناراض

ہو کر اپنے پدرِ بزرگوار کے گھر تشریف لے گئیں۔

نیز اسی کتاب میں ہے۔ کہ حضرت فاطمہ نے امام حسین کو اٹھایا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے مسجد تک تشریف لے گئیں اور یہ بھی جلاء العیون کے ص ۱۹۵ میں ہے کہ ام کلثوم اپنی والدہ حضرت فاطمہ کی وفات کے روز قبرِ رسول اللہ پر آئیں اور کہا۔ یا ابتاہ یا رسول اللہ آج آپ کی مصیبت مفارقت ہم پر تازہ ہوئی۔ اب اپنی دختر کو بھی لے گئے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ بوقت وفات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ام کلثوم کی عمر تقریباً پانچ چھ سال کی ہوگی۔ کیونکہ قبر پر جا کر ایسے الفاظ کہنا اس سے کم عمر بچے کے دقم میں نہیں آ سکتے۔

مزید توضیح اس کی یوں ہے۔ کہ امام حسین اور ام کلثوم کی پیدائش میں تھوڑا وقفہ ہے۔ اس لئے فاطمۃ الزہرا کا حضرت امام حسن کو اپنے کندھے پر اٹھانا اور حضرت ام کلثوم کا ہاتھ پکڑنا اس پر کافی شہادت رکھتا ہے اور یہ فریقین کا مسلّمہ ہے کہ سیدنا امام حسن علیہ السلام تاریخ ولادت ۳ھ اور حضرت امام حسین کی ولادت ۴ھ ہے۔ خلاصہ تہذیب الکمال مصری حسنی ص ۶۷ اصابہ مصری حسنی اصول کافی کلینی ۲۹۲/۲۹۴ جلاء العیون شیعہ اردو ص ۲۷۵ اس ترتیب کے لحاظ سے زیادہ سے زیادہ ام کلثوم بنت فاطمہ کی تاریخ ولادت ۶ھ ہوتی ہے۔ اس کے برعکس کتب فریقین میں کوئی تاریخ پیدائش نہیں ملتی۔ اور آخر ذوالحجہ ۲۳ھ میں حضرت خلیفہ ثانی کی

زندگی کا زمانہ ہے۔ تاریخ خلفا صہ ۱۳۵ تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری سنی۔
پس ۶ھ سے لیکر اخیر ذوالحجہ ۲۳ھ تک ام کلثوم کی عمر تقریباً اٹھارہ سال ہوتی ہے۔ اس زمانہ ممتد میں قابلِ نکاح و اولاد ہونا شرعاً و عرفاً ہر طرح ممکن ہے۔ ماندفع ما افاد

۴	حضور کریم کی صرف ایک ہی دختر فاطمۃ الزہری تھی۔	حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار دختر پاک تھیں۔ حضرت زینب۔ حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ	معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب حیات القلوب ج ۲ کذا فی اصول کافی صہ ۲۷۸ اور تہذیب صہ ۲۱۵ ج ۲

فائدہ:۔ از راہ انصاف قبل از اولاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی معتبر کتابیں دیکھیں کہ ہم کیا کہتے ہیں۔ اور ہمارے اکابر کیا لکھ گئے ہیں۔ اب بتاؤ موجودہ منکرِ اولادِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سچے یا ان کے اکابر سچے ہیں۔ اور یہ بات کتنی صد بیہودہ ہے۔ کہ کسی کی اولاد کو اپنے حقیقی والدین سے متعلق نہ ماننا۔ جیسا کہ موجودہ دوستوں کا حال ہے۔ جب یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے نہیں۔ بلکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اگلے گھر سے متولد تھیں تو اس کا رد بھی ان کی عبارت حیات القلوب از برائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہ متواتر شدند سے اظہر من الشمس ہے۔ خدارا انصاف فرمائیں۔

۵	صدیق زندیق تھا۔ حیات القلوب ج ۲	حضرت صدیق اکبر مقتدا اور رہنما مسلمین ہیں۔ اور سرکار کے جانشین ہیں کامل الایمان والدین ہیں۔	ابوبکر جس روضے میں مدفون ہیں وہ باغ بہشت ہے۔ جلاء العیون صہ ۱۵۸

اب تلائیے۔ کبھی زندیق بھی مرنے کے بعد باغ بہشت میں مدفون ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا

ایماندار ہے۔ فلہذا رسول کریم کے ہمکنار ہے۔ فریقین کے نزدیک ایک مسلّم اصول ہے کہ آدمی مرنے کے بعد اگر بہشتی ہے۔ تو دوزخی کبھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر بعد از مردن کوئی دوزخی بہشتی ہو جائے تو ممکن ہے اور اس کے برعکس غیر ممکن ہے۔ اب جس مقام پر صدیق اکبر و عمر رضی اللہ عنہما مدفون ہیں۔ وہ روضۃ من ریاض الجنۃ یعنی بہشتی باغیچہ ہے اور جو بہشت میں آجائے وہ دوزخی نہیں بن سکتا۔

۶	حضرت ابوبکر حضرت علی کے مخالف تھے۔	حضرت صدیق اکبر حضرت علی کے موافق و خیر خواہ دوست تھے۔	ابوبکر صدیق نے سیدہ کے ساتھ نکاح کرنے کا مشورہ حضرت علی کو دیا۔ جلاء العیون ص ۱۱۷

غور فرمائیے! ایسا نیک مشورہ دوست دیتے ہیں یا دشمن دیتے ہیں؟ صفحہ ۱۴۶ [illegible]

۷	حضرت عمر حضرت علی کے مخالف اور دشمن تھے۔	حضرت عمر حضرت علی کے داماد، خیر اندیش تھے۔	حضرت علی نے والدہ کی قبر حضرت عمر سے کھدوائی۔ مرءۃ العقول ص ۳۴۴

لِلّٰہ انصاف کرو! موافقوں کو مخالف بنانے والو کہ شادی غمی کے موقع پر دوست مدد کرتے ہیں یا دشمن مدد کرتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک یہ بات مسلّم ہے۔ کہ حضرت علی شیر خدا کا دشمن بے دین ہے اور کیا حضرت علی نے نعوذ باللہ اپنی والدہ کی قبر ایک بے دین سے کھدوائی۔ ثابت ہوا یہ دیندار تھے۔ اور اپنے سسرال کے غمگسار تھے۔ اور مددگار تھے۔

۸	حضرت عمر غاصب تھے	حضرت عمر عادل و فاروق اعظم تھے	حضرت بی بی شاہ بانو مفتوحہ عمر کا نکاح حضرت حسین سے ہوا مرآۃ العقول ص ۳۹۶ جلد دوم الصافی شرح اصول کافی [illegible]

فائدہ :- غاصب کا مال اور اسکی فتح شدہ چیز کیا حلال ہو گی. یا غصب شدہ چیز منصوبہ ہو گی۔ امام حسین عنہ تعادل کا مال طیب و طاہر سمجھ کر لیں اور یہ حضرات غاصب سمجھیں تو امام حسین ان کے نزدیک کیا ٹھہرے۔ اگر غاصب تھے تو حضرت شاہ بانو سے نکاح کیوں کیا۔

بقیہ صفحہ ۱۳ اگر ایک دوسرے کے مخالف تھے تو حضرت علی نے حضرت صدیق اکبر کے پیچھے نماز کیوں پڑھی دیکھو احتجاج طبرسی ص۵۳ مطبعہ نجف اشرف ثم قام و تھیا للصلوٰۃ و حضر المسجد و صلی خلف ابی بکر۔ پھر حضرت علی کھڑے ہوئے اور نماز کی تیاری کی اور مسجد میں آکر حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور حضرت امام باقر علیہ السلام انکی تفضیلت کے قائل لست بمنکر فضل ابی بکر و لست بمنکر فضل عمر و لکن ابا بکر افضل من عمر احتجاج طبرسی ص۲۴۷ ——— اور علاوہ کتب اہلسنت و جماعت کے شیعہ حضرات کی کتابوں میں سیدنا ابوبکر صدیق کے خلوص کی تصدیق مجالس المومنین ص۸۹ حضرت رسالت مآب ہمیشہ درمیان اصحاب میگفتند ما سبقکم ابوبکر بصوم و لا صلوٰۃ و لکن بشئ وقر فی صدرہ — اور حضرت امام باقر علیہ السلام ان کو صدیق فرمائیں اور ان کے عمل کو دلیل سمجھیں۔ اور آجکل کا منکر فضیلت صدیق انہیں مخالف و دشمن حضرت علی کہے. تو بتائیے امام سچے یا برائے نام مقتدی سچے۔

شیعوں کے علامہ حضرت علی بن عیسٰے اپنی مقبول کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ص۲۲۰ میں فرماتے ہیں — انہ سئل الامام ابو جعفر علیہ السلام عن حلیۃ السیف هل یجوز فقال نعم حلی بو بکر الصدیق قبضۃ بفضۃ فقال الراوی ما تقول

هكذا فوثب الامام عن مكانه فقال نعم الصديق نعم الصديق نعم الصديق فمن لم يقل له الصديق فلا صدق الله قوله في الدنيا و الآخرة =

کسی شخص نے امام باقر علیہ السلام سے سوال کیا۔ کہ تلوار پر قبضہ چاندی سے بنانا جائز ہے یا نہیں۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ ہاں۔ اسلئے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار پر چاندی کا قبضہ لگوایا تھا۔ تو راوی نے عرض کیا۔ کہ یا حضرت آپنے بھی ابوبکر صدیق کہہ دیا۔ یہ سنتے ہی امام باقر اپنی جگہ سے اُٹھ بیٹھے اور فرمایا بیشک صدیق ہیں۔ بیشک صدیق ہیں۔ بیشک صدیق ہیں۔ جو شخص انکو صدیق نہ کہے خدا اس کی بات دنیا و آخرت میں سچی نہ کرے گا۔

۹	حضرت عثمان کو نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو دختران پاک سے نکاح کیا اور نہ یہ خلیفہ برحق ہیں بلکہ منافق ہیں۔	حضرت عثمان کے ساتھ رسول پاک کی دختر رقیہ و ام کلثوم کا نکاح ہوا۔ اس واسطے آپ ذوالنورین ہیں اور آپ خلیفہ برحق تیسرے اکابر امت اور امیر المومنین ہیں	حضرت عثمان ذوالنورین ہیں۔ رسول کریم نے دو بیٹیاں ان کو دیں۔ حاشیہ نہج البلاغہ مصری ج ۲ ص ۸۵ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ حضرت عثمان کا ہاتھ ہے۔ کتاب الروضہ فروع کافی ج ۳ ص ۱۱۵ حضرت عثمان اور انکی جماعت کامیاب ہیں فروع کافی ج ۳ ص ۱۲۶

جس کا ہاتھ رسول اللہ کا ہاتھ ہو۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ید اللہ فوق ایدیہم ارشاد ہو۔ کیا وہ ناحق ہو سکتا ہے۔ اور جسے منافق کہنے والوں کے اکابر کی کتابیں کامیاب اور انکی جماعت کو کامیاب کہیں۔ کیا وہ العیاذ باللہ منافق

قرآن پاک کا ارشاد ہے۔ قد افلح المؤمنون مومن کامیاب ہیں۔ اور اگر ان کی کامیابی اور اسکی جماعت کی کامیابی کو دنیاوی کامیابی پر محمول کریں۔ تو پھر فرعون، ہامان، قارون اور یزید بھی ان کے نزدیک کامیاب ہیں۔ اور فریقین میں سے کسی نے ان کو کامیاب نہیں کہا ہے اور نہ لکھا ہے۔ تو معلوم ہوا جنکو کامیاب کہا گیا ہے انکی کامیابی حق کی کامیابی ہے

۱۰۔ حضرت علی نبی کے جسم کا بوجھ اپنے کندھوں پر نہ اٹھا سکے۔ ضمیمہ ترجمہ مقبول ص ۲۹	حضرت علی پر یہ بہتان ہے کہ نبی پاک کے جسم کا بوجھ نہ اٹھا سکے۔	حضرت علی نبی کے برابر ہیں اور تاج الدنیا ہیں۔ ہر چیز پر قادر ہیں۔ نائب خدا ہیں۔ تاریخ الائمہ ص ۵۰ تا ۵۲

ناظرین بتائیں کہ دروغ گو را حافظہ نباشد ایک مقام پر اتنا کم درجہ دیا۔ کہ العیاذ باللہ اور ایک مقام پہ اتنا بڑھایا۔ کہ نعوذ باللہ اس سے واضح ہو گیا۔ کہ ان کا مذہب انکی خواہش کا نام ہے۔ جب راضی تو خوشامد جب ناراض تو توہین۔ کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں۔ مذبذبین بین ذالک لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا کرشمہ ساز کرے

۱۱۔ کالے کپڑے پہننا علامت نجات اور اخلاص ہے	کالے کپڑے پہننا مکروہ اور یہ لباس اہل نار کا ہے	سئل الصادق عن الصلوٰۃ فی القلنسوۃ السوداء فقال لا تصل فیہا فانہا لباس اھل النار وقال امیر المؤمنین فیما علم اصحابہ لا تلبسوا السواد فانہ لباس فرعون۔ من لا یحضرہ الفقیہ ص ۸۱ ترجمہ: حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ کہ کالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ یا ناجائز ہے۔ کیونکہ[2]

[2] یہ لباس دوزخیوں کا ہے۔ اور اپنے دوستوں کو فرمایا کہ کالا لباس مت پہنو۔ پس یہ لباس فرعون کا ہے۔ اب آپ غور فرمائیں کہ شیعوں کا عمل کیا ہے۔ یا امام جعفر صادق کا فرمان کیا! ۔

۱۲- تعزیہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضہ مبارک کی تشبیہ ہے۔ اور شیعہ حضرات اسے جزءِ ایمان سمجھتے ہیں۔	تعزیہ بنانا ناجائز ہے اور اسراف ہے ☆	قال امیر المؤمنین من خلّد قبراً او مثّل مثالاً فقد خرج عن الاسلام۔ من لا یحضرہ الفقیہ ص ۴۰ سطر ۲۱

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو مضبوطی قبر یا کوئی شبیہ بنائے وہ خارج عن الاسلام ہے۔
فائدہ:- یہاں ہم کچھ نہیں لکھتے اپنی کتاب کے فتویٰ کو غور سے دیکھیں اور عمل کریں عید

۱۳- منہ پر مارنا اور پیٹنا عین ایمان ہے	منہ پر پیٹنا علامت بے صبری ہے اور تضییع ایمان ہے اور بے دینی ہے۔	عن ابی عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب المسلم یدہ علی فخذہ عند المصیبۃ

احباط لاجرہ۔ نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر ص ۱۷۷ سطر ۶ =
مصیبت کے وقت منہ پر پیٹنا اور رانوں پہ ہاتھ مارنا عمل کی بربادی ہے۔

فائدہ:- اب بتائیں کہ اگر کسی کی موت پر پیٹنا جائز ہے۔ تو کون امام ہے جس نے دس محرم کے بعد ساز و باجہ پیٹا تھا۔ اور یہ امام حسین علیہ السلام کو پیٹنے والے اپنے بزرگان باپ دادے کی موت پر کیوں نہیں پیٹتے۔ کیا عجیب بات ہے۔ کہ پیٹا بھی انکو جا رہا ہے جو زندہ ہیں۔ جن کے متعلق مردہ گمان کرنا بھی جرم ہے۔

۱۴- ماتم، نوحہ اور تعزیہ کارِ ثواب ہے۔	ماتم کرنا، نوحہ کرنا، تعزیہ بنانا جرمِ عظیم ہے۔	پیغمبر فرمودند کہ دیدم در صورتِ سگ ملائکہ آتش در دبرش داخل میکردند و از دہانش

٥ اگر کسی بزرگ کی یادگار تصور کرتے وقت شبیہ پر یاد تازہ کرنی ہے۔ تو رسول پاک، حضرت علی، حضرت امام حسن اور حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہم کی شبیہ مبارک کیوں نہیں بنائی جاتی۔ اور بارہ اماموں میں سے کس نے [illegible]

بیرون آمد و ملائکہ بگرزہا آہنے سر و گردنش را مے زدند۔ فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا گفت اے پدر مرا خبر دہ کہ سیرت این زن چہ بود گفت نوحہ کنندہ و حسود بود سطر ۹ کتاب المعراج حیات القلوب ص ۳۱۵ مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۱۶

ترجمہ:- آنحضرت نے فرمایا کہ اے فاطمہ میں نے معراج کی رات ایک عورت کو جہنم میں دیکھا جس کی شکل کتے کی تھی۔ فرشتہ اس کے پیچھے آگ ڈالتے اور اس کے منہ سے باہر کرتے۔ اور گرزوں کے ساتھ سر و گردن اُس کی کو مارتے تھے۔ حضرت فاطمہ نے کہا کہ اے ابا جان مجھے بتایئے کہ اُس عورت کی کیا عادت تھی جو اتنے بڑے عذاب میں مبتلا ہے۔ کہا نوحہ کرتی تھی۔ اور حسد کرتی تھی۔

۱۵- مونچھیں بڑی رکھوانی چاہئیں	مونچھوں کو کٹوانا چاہیئے بڑی مونچھیں ناجائز ہیں	امام نے فرمایا۔ کہ بڑی مونچھیں شیطان کا خیمہ گاہ ہیں۔ فروع کافی ص ۵۳

فائدہ:- ہر ایک اپنے امام کے فرمان کے تابع ہوتا ہے۔ ذرا ان کو دیکھو اپنے امام کے تابع ہیں۔ امخالفت

۱۶- اہلسنت کی ذبیحہ کی ہوئی چیز خنزیر سے بدتر ہے۔ استبصار جلد ثالث مطبع جعفریہ لکھنؤ ص ۲۴۱	اہلسنت وجماعت کی ذبیحہ کو حرام کہنے والا بے دین ہے۔	اما اھل السنۃ فالمتمسکون بما سنہ اللہ لھم ورسولہ احتجاج ص ۹۱ بہرحال اہلسنت بس اللہ اور اُس کے رسول کے وضع کردہ طریق کو تابع کرنے والے ہیں۔
اہل سنت خنزیر کے مشابہ ہیں۔ حق الیقین باب پنجم ص ۲۱۹ مقصد ۸		

اب فرمایئں کہ شیعہ تو کہیں اہلسنت کی ذبیحہ خنزیر سے بدتر ہے اور خود اہلسنت خنزیر کے مشابہ ہیں اور حضرت علی فرمایئں کہ یہ اہلسنت اللہ و رسول کے طریق پر ہیں۔ بتاؤ یہ جھوٹے ہیں یا نعوذ باللہ حضرت علی علیہ السلام کو جھوٹا کہیں۔ بہرحال کہنا پڑیگا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

ہک الحق والباطل ختم شد۔ اب رسالہ کلمۃ مشرعون اخوۃ شروع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ عبادہ الصالحین والعاقبۃ للمتقین **اما بعد**: قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی کلامہ القدیم

انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون

(ترجمہ) سوائے اس کے سب مومن (ایک دوسرے کے) بھائی بھائی ہیں پس (ان مومنوں کو چاہیے کہ) اصلاح کریں (صلح رکھیں) اپنے (مومن بھائیوں کے ساتھ اور ڈرو تم اللہ سے تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔ پارہ ۲۶- الحجرات-

حضرات گرامی! اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ جس نے ہم تم کو مقدس اقدس بے لوث، بے ضرر اور بے خوف، بے ریا و بے طمع مذہب کا پیرو کار بنایا۔ اور بے شمار صلوٰۃ وسلام اُس ذاتِ ذی العزت والاحترام والامقام ارفع و اعلیٰ کلام خیر الانام جس نے اس مذہب اسلام کا سر انجام بہتر نظام فرخندہ نام پیشِ عوام فرمایا۔ لاریب بے گماں بے توھمات تمام کائنات ہر جانب و جہاں کو تفرقات و تکلفات کی دنیا سے نکالکر کل مومنین اخوۃ کے گھاٹ یکجا جمع فرمایا۔ جس کی تصدیق خود کلامِ رب الانام نے فرمائی:- واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ آل عمران: (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو۔ جبکہ تم پہلے جب کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پس اُس نے تمہارے دلوں میں الفت و محبت

ڈالی۔ پس تم اس نعمۃ اللہ کے ذریعے ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے۔ حالانکہ تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ پس اس نے تمکو اس گڑھے سے نکالا

بعد حمدِ خدا جل جلالہٗ و درود حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض یہ ہے۔ بحمد اللہ ہم سب مسلمان ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خیر امت فرمایا اسلئے ہم مرہونِ احسان نبیٔ آخر الزمان ہیں۔ اور خیر امت، بہترین جماعت کیلئے ایک کارِ خیر اور ضابطۂ حیات بھی ہے۔ جو کہ موجبِ خیر اور مقصد اخراج واظہار امت ہے۔ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر (آلعمران) نکالی گئی ہے (یہ خیر امت) لوگوں کیلئے تاکہ انکو بھلائی کا امر کریں۔ اور برائی سے روکیں۔

برادرانِ ملت! آج میں جس مہم کے ادا لے کیلئے زبان طراز ہوں وہ یہ ہے (حسب نسب کا فخر) کیونکہ یہ تفاخر سوائے خسرانِ دوجہان کے اور کچھ نہیں بلکہ لاریب یہ ایک گمراہ کن پھندہ دجال ہے۔ اس واسطے اِنما المؤمنون اخوۃ میرا مضمون ہے اور فاصلحوا بین اخویکم میری داستانِ بے چون ہے۔ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ دین دینِ اسلام ہے۔ جب تو مسلمان ہے۔ پھر تفاخرِ نسبی پر کیوں نازاں ہے۔ یہ عزت جو یہ تیرا گمان ہے۔ سراسر نقصان ہے۔ اسی کیطرف علامہ کا نشان ہے۔ ؎

تو اے کودک منش خود را ادب کن   مسلماں زادہ ترکِ نسب کن

برنگ احمر و خون و رگ و پوست

اگر نازد عرب، ترکِ عرب کن

تکبر کے کرشمے اور نتیجے

حسب و نسب کا فخر شجرِ تکبر کی ایک بلند شاخ ہے۔ اور حسد، کینہ، عداوت و اختلافِ باہمی نزاع و فساد اس کی ٹہنیاں و پھل پھول اور پتے ہیں۔ اور سب سے بڑی چیز جو دنیا عام کو گمراہ کن ہے۔ میری نظر میں تکبر ہی ہے۔ جو ناعاقبت اندیشی کا ثمرہ ہے۔ جو عاقلوں کو غافل۔ عالموں کو جاہل کاملوں کو ناقص بنا دیتا ہے۔ یہی تکبر تھا۔ جس نے عابد و زاہد ولی و تقی خازن الجنۃ سید الکروبین واعظ الملائکہ عارف اور طائف حول العرش جیسے بہرہ ور کو ابلیس اور شیطان نامراد بنایا۔ عہ

تکبر عزازیل را خوار کرد | بزندانِ لعنت گرفتار کرد

حافظِ کلامِ ربی عالم و عارف وقت قارون کو برباد کیا۔ ولی دوران بلعام ابن باعورا جیسے مجیب الدعوۃ کو پست اور ملیامیٹ کر دیا۔ رئیس العرب کو ابو جہل بنا دیا۔ اور ہمیشہ کیلئے ذلت و خواری کے گھاٹ اتار دیا۔ کسی کو فرعون اور کسی کو ہامان بنایا کنعان ابن نوح کو خارج از خاندان بنایا۔ اور یہی تکبر تھا جس نے یزید پر قیامت تک کا داغ خباثت چسپاں کرا دیا۔ خلاصہ یہ ہے، کہ تکبر جس حال میں ہو نقصان ہی نقصان ہے

تکبر مکن زینہار اے پسر | کہ روزے زدستش دماری اہبر
تکبر بود مایۂ مدبری | تکبر بود اصل بد گوہری! عہ

اور جس وقت ہمارے آقا و مولا الفقر فخری کے بادشاہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزمین

عہ تفسیر صاوی جلالین برمقام فاستکبر و صاوی شریف پر دیکھو

عرب میں جلوہ گری فرمائی۔ تو اکثر جو لوگ اُس وقت گمراہ تھے۔ زیادہ تر تکبر کا شکار شجرِ فخر کے سوا ظرفِ غرور کے رہوادتھے ہر ایک کسی نہ کسی چیز پہ فخر کناں تھا۔ ایک دوسرے پر شب و روز فخر، ہی فخر کی داستانیں پیش ہوتی رہتیں۔ کہیں ساز و سامان پہ فخر کہیں نفقہ و نان پر کہیں عورتوں پہ فخر تو کہیں گھوڑوں، کپڑوں، جوڑوں اور ہتھیاروں اور سواریوں پہ مفتخر۔ غرضیکہ تفاخر ہی تفاخر تھا۔ اور حسب و نسب کے فخر کو خاص اہمیت و وقار حاصل تھا۔ بس یہی وجہ تھی، کہ حق و باطل میں تمیز نہ تھی۔ چھوٹے پر رحم نہ تھا۔ بڑے کا ادب نہ تھا۔ اپنے پرائے کا لحاظ نہ تھا۔ حرام و حلال میں فرق نہ تھا۔ شرم و حیا دنیا سے اُٹھ چکا تھا۔ اخلاق و ادب، مروت اور محبت جہاں سے کوچ کر گئے تھے۔ جس سے بربریت و حیوانیت، درندہ پن، نفس امن ہر دور میں جلوہ فگن تھی۔ بغض و عناد شر و فساد، دشمنی و بیداد راہ زن تھی۔ سبب بس صرف یہی تھا شجرِ تکبر سر سبز تھا۔ لہٰذا ٹہنیوں میں زور تھا اور دنیا میں شور تھا۔

بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا اثر اور فوائد

لیکن آقائے نامدار احمدِ مختار بانیٔ مذہب، پیشوائے ملت جنہوں نے تمام اقوام عالم کو راہِ راست دکھایا۔ ایک خدا کی پرستش کا حکم دیا۔ اور جمیع اہلیانِ عرب کو ایسے اندازِ حکیمانہ اور طریقِ شہنشاہانہ حساب بے باکانہ مروت دلبرانہ تمدنِ دردمندانہ طرزِ فقیرانہ و مواعظ احسانانہ سے راہِ مستقیم دکھایا۔ کہ جس مرض لادوا مبہم لاحل لہ کا علاج کرنے

کیلئے مدتِ مزید اور قوتِ شدید کی ضرورت تھی۔ صرف تیئیس ۲۳ برس کی مقدس تعلیم نے عرب کی افعالی واقوالی سرزشوں کو آن کی آن میں بدل دیا۔ ؎

مس خام کو جس نے کندن بنایا — کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا — پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ ہوا کا — اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا ؎ حالی

اس تعلیم و تکریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کہ آج تک نیا ڈھنگ ہے یہی تعلیم کا اثر تھا۔ ؎

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے — کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

تکبر اور غرور بالخصوص تفاخرِ حسب و نسب کی صرف قلع قمع نہیں فرمائی۔ بلکہ جڑ سے کاٹ کر گاڑی اخوت کو پلیٹ فارمِ مساوات پہ کھڑا کر دیا۔ لا فضل لاحمر علے اسود کا ایسا شان ظاہر فرمایا۔ کہ عقل عاجز ہو گئی۔ ایسے اندازِ انصاف نامہ سے اس بلاؤ وبارے (تکبر نسب) عوام کو بچایا۔ کہ ادراک و فہم کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ زمانہ لا فضل لعربی علے عجمی ولا لعجمی علے عربی کلکم ابناء آدم و آدم من تراب کا نمونہ نظر آنے لگا۔ نہ بادشاہ کو ناز تھا۔ کہ میں بادشاہ ہوں۔ اور نہ قریشی کو ناز رہا کہ میں قریشی ہوں۔ نہ امیر کو امیر ہونے کا فخر نہ غنی کو غنا کا غرور نہ کسی بہادر کو جرأت ہوئی کہ میں اپنے کو بہادر مشہور کر دوں۔ غرضیکہ

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے — تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز — نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

سب اقوام خورد و کلاں پیر و جواں ضعیف و تواں اہل عرب و عجم و ایران کو ایک میدان میں جمع فرما کر ارشاد فرمایا۔ اَنَا شَهِيْدٌ اِنَّ عِبَادَكَ كُلَّهُمْ اِخْوَةٌ = میں گواہ ہوں اے اللہ تیرے تمام بندے آپس میں بھائی ہیں۔ اپنی تمام زندگی مقدس اس وبا کی روک تھام میں سر انجام فرمائی۔ آخر پایۂ تکمیل تک پہنچا کر رہے۔ شیر و بکری کو ایک تھان پر ملا کر کھلایا۔ اور آخر جمعۃ الوداع میں اس تبلیغ پر بہت کچھ فرمایا۔ آپ کی اس اقدس کارگزاری کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ غرور، محبت و شفقت میں بدل گیا۔ تکبر نیاز و تواضع میں اور فخر عدل و انصاف میں تبدیل ہو گیا۔ جو قبائل ایک دوسرے کے مدت طویل سے جانی دشمن اور خون کے پیاسے تھے۔ بھائی بھائی بن گئے۔ جو افراد ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش نہ تھے۔ ایک ہی دستر خوان پر جمع ہو گئے۔ كُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَةٌ کا رنگ نمایاں ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہر وہ مرد جو کہ ابتداً انسان کے خون کا متلاشی تصور کیا جاتا تھا۔ اب حیوان کا خون تو خون اس سے بے انصافی کرنا بھی جرم عظیم سمجھنے لگا۔ اگرچہ ابتداً مجسمہ فخر و غرور تھا۔ مگر دامن مصطفٰے میں پیکر نیاز بن گیا۔ اور کسی ذی نسب یا امیر کی اس کی آنکھ میں حسب نسب یا دولت و کسب کی وجہ سے کچھ قدر و منزلت نہ رہی۔ بلکہ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا نقشہ بن گیا۔ اور کسی کی عزت کی جاتی تو مسلمان سمجھکر، اور کسی کو ذلیل کیا جاتا تو بے ایمان سمجھکر، جس کی تصدیق کلام ربی نے فرمائی۔ کہ اَذِلَّةٍ عَلَى

المومنین اعزۃ علی الکٰفرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم (مائدہ ع ۸) مومنوں کیلئے نرم ہیں اور کافروں کیلئے گرم، اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں۔ اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے خوف نہیں کرتے۔

مسلمان مسلمان کیلئے سرور تھا۔ آنکھوں کا نور تھا اور کافر کیلئے خنجر غضب تھا نشتر طرب تھا ؎

ہر مسلم رگِ باطل کے لئے نشتر تھا — اس کے آئینہ ہستی میں عمل جوہر تھا
جو بھروسہ تھا اسے قوتِ بازو پر تھا — ہے تمہیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا
باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو — پھر پسر قابلِ میراثِ پدر کیونکر ہو

قطع نظر اس بات سے کہ یہ ذات میں کون ہے حسب نسب میں کیا ہے۔ یہی وجہ تھی ابوجہل نسب میں قریشی تھا عظیم الشان نسب والا تھا۔ رئیس العرب تھا۔ مگر بے ایمان تھا اس واسطے تمام مسلمان دیگر اور ہمزمان سب نے اسے (ابوجہل) ابوجہل ہی کہا اور حضرت سیدنا بلال محب محبوب بابت الجلال کا اگرچہ خاندان غلامانہ تھا۔ تمدن فقیرانہ تھا۔ طرز بستر نیاز مندانہ تھا۔ مگر مسلمانوں کی مقدس نگاہ میں بادشاہ تھا۔ اور آپ کو برگزیدگان اسلام عوام بھی اپنا سردار و آقا کہتے۔ اسماء الرجال صفحہ ۵۸ میں حضرت جابر فرماتے ہیں۔ کہ کان عمر یقول ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا یعنی بلالاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ حضرت ابوبکر ہمارا سردار ہے۔ یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ہمیشہ یہی رنگ للٰہیت اللہ کے بندوں پر قائم رہا۔ جس مکان میں آگے

جہاں سے گئے ہر نشیب و فراز بلندی و پستی ہر نشیب بر خواست ہر معاشرے و آداب
میں الحب فی اللہ والبغض فی اللہ ہی تھا۔ کہ فخر اور تکبر کا نام بھی زبان پر
نہ تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ جب مسلمان کسی جماعت کفار سے مدمقابل ہوتے
اور وہ کفار بدکردار ناہنجار نسبی فخر کے اشعار پڑھتے۔ تو مسلمان بجائے اظہار
حسب و نسب اپنے کو دیندار کہتے۔ یا اپنے جسمانی جوہر و کمال پیش کرتے۔ اور یہی
رویہ وقتی طور پر موزوں و موافق ہوتا تھا۔ مگر یاد رہے۔ یہ گفتار جوہر دار بھی
دائمی نہ تھی۔ صرف جنگ و جدال میں مظاہرہ کیا جاتا۔ یہی بات تھی۔ کہ حضرت رسول
صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کفاروں کے جواب میں قوم اور نسب کا فخر نہیں فرمایا۔
باوجود اس کے کہ آپ کو اپنے پرائے سب یہی کہتے کہ ھو ذو نسب فینا۔ ہاں
ایک دفعہ آپ نے بمقابلہ کفار یہ ضرور فرمایا ہے۔ کہ انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب
میں نبی بغیر جھوٹ کے ہوں۔ اور بیٹا عبدالمطلب کا۔ مگر یہاں کلام کا منشا تفاخر مطلوب نہیں تھا
بلکہ مقصود یہ تھا۔ کہ اگرچہ میں عبداللہ بن عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں۔ مگر نبی ہوں
یعنی اے کافرو بے ادبی کا یہ گمان ترک کر دو۔ کہ جو کسی کا بیٹا ہو نبی نہیں بن سکتا
میں واقعی تمہاری قوم سے ہوں۔ اور حضرت عبدالمطلب کی اولاد سے ہوں۔ مگر نبی ہوں
تو مطلب اس گفتار سرکار سے اظہار نسب نہ تھا۔ بلکہ اظہار دین تھا۔ جو واما بنعمۃ
ربک فحدث کے مطابق ہے۔ اور یہی بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھی کہ اظہار
دین کرتے۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں کلام عوام پھر جاہلانہ کہرام میں یہی تھا۔ کہ

انا علی دین عثمان) یعنی اے مقابلہ کرنے والو ہم تو اُسی دین کے آدمی ہیں۔ جس دین پر خلیفہ برحق حضرت عثمان ہے۔ یعنی یا اظہارِ دین کرتے یا اپنے جسمانی جوہر پیش کرتے۔ لیکن یہ بات بھی کافروں بے دینوں ملحدوں کو کہتے اپنے مسلمانوں میں کبھی اظہار نہ کرتے مگر بمقابلِ کفار جواب ضرور دیتے۔ کیونکہ حاضر جوابی شیوۂ اسلام ہے۔ جیسا حضرت علی نے مرحب خبیث کے مقابلے میں۔ بجائے تفاخر نسبتی کے صرف یہی فرمایا۔ (انا الذی سمتنی امی حیدرہ کلیث غابات کریہ المنظرہ اوفیہم بالصاع کیل السندرہ   مسلم شریف ج ۲ صـ ۱۱۵

میں ہوں شیرِ خدا اماں نے رکھا نام ہے حیدر | ختم کر دونگا اب تجھکو چھڑا دونگا تیرا خیبر
ہے خونِ ہاشمی جاں میں جدا کر دونگا تیرا سر | نہ چھوڑونگا تجھے زندہ ہے فرمایا مجھے سرور نے

آپ نے یہ نہ فرمایا۔ کہ اے مرحب یہودی۔ میں قریشی و سید حسب و نسب کا بندہ ہوں۔ یا میں فلاں قبیلے کا فرد نیک سرور ہوں۔ حالانکہ اگر یہ بات آپ کہہ بھی دیتے۔ تو اس میں لاشک۔ آپکی اور دینِ اسلام کی شان ضرور ہوتی۔ جو کہ واما بنعمت ربک فحدث کے مطابق ہے۔ مگر آپ خلافتِ راشدہ کے عامل تھے۔ آپکا ہر قول و فعل اہلِ اسلام کے لئے حجت تھا۔ اور آپکو علمِ لدنی تھا۔ کہ اگر کسی وقت بھی میری زبانی کوئی تفاخر نسبتی کے الفاظ ظاہر ہوئے۔ تو کہیں یہ لوگ غلط پہلو اختیار نہ کر بیٹھیں۔ الٹا مفہوم نہ نکال لیں۔ اور جا بجا تفاخری نسبتی کے غزلخواں نہ بن جائیں۔ اور اس بے فائدہ بات کا چرچا نہ بنالیں۔ تو آپ نے یہ نہ فرمایا۔ کہ میں قریشی ہوں۔

یا بید ہوں کہ کہیں بے سمجھ فخرِ نسب کے تصور میں نہ رہے۔ بلکہ اپنا کمالِ جسمانی اور اپنی جرأتِ مردانہ، شجاعتِ بہادرانہ اور جوہرِ بے باکانہ پیش فرمایا۔ اور وہ بھی اسلئے۔ کہ وہ مرحب اسی رات خواب میں دیکھ چکا تھا۔ کہ میں کسی شیر کے ہاتھوں ہلاک ہو گیا ہوں۔ کیونکہ آپ اُس کے خواب سے واقف تھے۔ لہٰذا اس کم بخت کو وہ خواب اشارے سے بتا دیا۔ کہ اے کم بخت وہ شیر میں ہی ہوں۔ آج تیرا مرنا میرے ہاتھ سے ہے اور اور شیر بننا میرا اپنی طرف سے نہیں۔ میری اماں جان کا کرم ہے اور اللہ کا رحم ہے۔ [۱۲]

(حاشیہ بر صحیح مسلم علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۱۵) سمتنی امی حیدار

آجکل عوام کی خواہش اور اسکے دُور بے نتیجے

یہ کفار کا کردار مشت نمونہ از خروار اور رویہ اصحاب کبار عربی کے بادہ مومنوں کے ہمدار کا اظہار تھا جو کہ بیان ہو چکا ہے۔ اب ذرا دورِ حاضرہ کے عوام کی خواہش کا بھی مظاہرہ کرتے جائیے۔ کہ یہ کردار کفار کا طلبگار ہے۔ یا رویہ اصحاب فی لیستان کا خواہاں ہے۔ میں بلا لومۃ لائم عرض کر دوں گا۔ آج وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی وہ اب بھی ہے۔ ہر خورد و کلاں پیر و جواں ہر مکان و میدان اپنے کو رئیس خاندان کہلانے کا خواہاں ہے۔ کوئی کہتا ہے مجھے ملک کہو۔ کوئی چاہتا ہے میں ملک یا پٹھان کہلاؤں۔ کوئی مرزا بننا چاہتا ہے تو کوئی سید بننے کا آرزو مند ہے۔ ۵

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود — ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود — یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو

تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو (اقبالؔ)

بہت لوگ پیروں کی اولاد بن کر — نہیں ذات والا میں کچھ جن کے جوہر

بڑا فخر ہے جن کو لے دے کے اس پر — کہ تھے ان کے اسلاف مقبول داور

کرشمے ہیں جا جا کے جھوٹے دکھاتے

مریدوں کو ہیں لوٹتے اور کھاتے

یہ ہیں جادہ پیمائے راہ طریقت — مقام ان کا ہے ماورائے شریعت

انہیں پہ ہے ختم آج کشف و کرامت — انہیں کے ہے قبضے میں بندوں کی قسمت

یہی ہیں مراد اور یہی ہیں مرید اب

یہی ہیں جنید اور یہی بایزید اب

اس چال بد خصال سے دو چیزیں پیدا ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہر وہ شخص جو ابتدا کسب کفش دوزی یا معماری یا کوئی مزدوری کرتا تھا۔ اور غریب تنگدست تھا۔ اب مالدار ہو گیا ہے۔ ذرا تکبر کا خیال آیا۔ کہ مال بھی ہے اور عیش بھی۔ فلاں سید و قریشی سے کم نہیں۔ مگر اب بھی مجھے موچی، جولاہا یا حجام کہا جاتا ہے۔ تو اس نے اس تصور سے اپنے کو سید کہلانا شروع کر دیا۔ تجربہ میں تقریباً

اشتہاروں یا بازاروں میں دکانوں، مکانوں اور بالاخانوں میں، جہاں موقع لگا۔ اپنے کو سید کہلوانا شروع کر دیا۔ اب آپ بتائیں۔ کہ صرف وقار کی خاطر ذات و نسب کو بدل دینا ٹھیک ہے؟ جس کا نہ دنیا میں فائدہ ہے نہ آخرت میں۔ اب اگر کسی صورت سے کسی سیدزادی سے عقد ہو جائے تو انکار نہ ہوگا۔ اب انصاف کریں۔ اس تکبر و فخر و نسب کا نتیجہ اچھا ہوگا۔ یا برا۔ اور دوسری چیز یہ ہے۔ کہ اسی تکبر اور تفاخر کی وجہ سے پہلے کیطرح فسق و فجور، شرارتیں، بغاوتیں پھیل گئی ہیں۔ جس کا احوال ہر روز ہم اور تم اخباروں میں دیکھتے ہیں۔ مجھے کامل مہینہ گزر چکا ہے۔ اخبار کائنات و نولائے وقت کا مطالعہ کرتا ہوں۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرا۔ کہ کسی کے قتل کی خبر نہ ہو۔ ہر دن ایسا کوئی نہ کوئی واقعہ ضرور آتا ہے۔ کہ آج فلاں مقام پر سات آدمی قتل ہو گئے۔ فلاں دو ہو گئے۔ فلاں بیٹے نے باپ کو مار ڈالا۔ اور بالخصوص ان واقعات کی زیادہ تر وارداتیں اضلاع ملتان اور بہاولپور ڈویژن میں ہے۔ اگرچہ اور علاقے اور ملک اس کی خبر سے خالی نہیں۔ مگر یہ دو ضلعے اس بات میں ترقی پر ہیں۔ تفاخرِ نسبتی کا چرچا زیادہ تر انہیں دو ضلعوں میں پایا جاتا ہے میں ان ہر دو ضلعوں کی حالت کو بخوبی جانتا ہوں۔ کیونکہ ملتان شریف میں میری تعلیم اور اس کے ارد گرد خصوصاً اکثر ضلع میں میرا دورہ رہا ہے۔ اور ریاست بہاولپور میرا وطن ہے۔

غرض و غایت

اس تمام گذشتہ کلام سے ہمارا مطلب و مقصود قطعی نہیں کہ انسان اگر سید ہو تو اپنے کو سید نہ کہلائے۔ پٹھان اپنے کو پٹھان اور مرزا، ملک اور خان اپنے کو خان نہ کہلائیں بلکہ غرض صرف یہ ہے کہ فخر اور تکبر نہ کرے کہ میں فلاں قوم اعلیٰ کنبے والا ہوں۔ اور اس خیال سے دوسرے انسان کو نظر حقارت سے دیکھے۔ کیونکہ قریشی قریشی ہے مرزا مرزا ہے۔ لیکن کسی کو کاسی خواہ موچی، جولاہا، حجام ادنیٰ قوم ہی کیوں نہ ہو اپنے سے ذلیل اور خوار نہ جانے بلکہ تمام بنی آدم کو مطابق کل مومن اخوۃ کے اپنا بھائی بلکہ اپنے سے بڑھکر تصور کرے۔ اور یہی عین اسلام ہے۔

خود ثنائی پیشہ شیطاں بود ہر کہ خود را کم زند مرداں بود
(عطار)

جیسا کہ فرمایا رب نے۔ خواہ کوئی ہو ولا تنابزوا بالالقاب، کسی کو ایسے القاب سے مت پکارو جسے وہ معیوب سمجھے۔ بنا بریں ہم سب مسلمانوں کو چاہیے کہ کسی جولاہے یا کمہار، تیلی ہو یا لوہار، موچی ہو یا کشمار، غرضیکہ کسی دیندار کو ایسے القابوں (مثلاً اوے جولاہے۔ اوے موچی) کہکر نہ پکاریں۔ کیونکہ اصول اسلام اور تہذیب احترام کے خلاف ہے۔ اسکے علاوہ اسکا دل مغموم ہوتا ہے۔ کیا پتہ کہ یہ ہمی عنداللہ درجہ میں بہتر اور عنداللہ و عند الرسول عزت والا ہے جو کہ اصل مطلب اور مقصود زندگی ہے

کنبے اور قبیلے کیوں بنائے گئے ہیں؟

ناخلف عوام کو عموماً یہ بات کہتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ کہ میاں؟ قریشی افغان یا قوم مرزا ہونا یہ خدا کی طرف سے عزت ہے۔ بس یہی وجہ ہے۔ ان خوشامدوں کے نزدیک اہلِ ایمان پکا سچا مسلمان اگر درکھان ہے۔ تو کوئی وقار نہیں۔ اور اگر فاسق، فاجر، دین کا دشمن اگر ملک، مرزا یا خان ہے تو ذی وقار و ذی عزت ہے۔ ایسے ناخلف لوگوں کو خدا فرمان نبی آخر الزمان پر دھیان رکھنا چاہیئے۔ مَن وقّر صاحب البدعۃ فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام (مشکوٰۃ شریف) جس نے کسی بدعتی (فاسق و فاجر خواہ قریشی ہو یا پٹھان ملک ہو یا چودھری) کی عزت کی۔ گویا کہ اس نے اسلام کو گرانے میں مدد دی۔

ہر مکن بہ پیش دنیا دار پست ۔ گر کنی بیشک رود دینت زدست

گویا کہ کسی فاسق و فاجر کو محض اسلئے عزت دار سمجھنا اور اسکی عزت کرنا کہ یہ دولت مند ہے۔ یا ذی نسب ہے، تو یہ بات دینِ اسلام سے دشمنی کرنا ہے۔ آجکل اس بات کا چرچا عام ہے۔ خدا محفوظ رکھے اور جب ایسے لوگوں کو اس خوشامد پرستی اور چاپلوسی سے منع کیا جائے۔ تو جواب یہی ہوتا ہے۔ یہ قومیں اور قبیلے بنائے ہی بزرگی کے لئے ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک معیار بزرگی حسب و نسب ہی ہے۔ یہ جواب مذکورہ اور ایک سوال ان بیوقوفوں کا

عام یہی ہوتا ہے۔ جو کہ ان دعویٰ باطل کی بیہودہ دلیل ہے۔ سوال یہ ہے
اگر کنبے اور قبیلے معیار بزرگی نہیں تو پھر یہ بنائے کیوں گئے ہیں۔ پھر تو
ان کا ہونا عبث اور بے فائدہ ہے۔ تو سوال کا جواب قرآنِ حکیم میں یہ
مذکور ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَ
جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ
عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ = اے لوگو ہم نے تمہیں
مذکر مونث پیدا کیا۔ اور ہم نے تمہارے کنبے اور قبیلے بنائے۔ (اس لئے
نہیں، کہ تم حسب نسب کا تفاخر کرو۔ اور بزرگی کا دارومدار اسی بات پر رکھو)
بلکہ یہ کنبے اور قبیلے اس لئے بنائے گئے۔ کہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو۔
اور تم میں برتر اور بزرگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے۔ جو پرہیزگار ہے
خواہ وہ سید ہو یا کمی ہو۔ اب تم انصاف کرو۔ کہ ان ناخلف عوام کا
گمان صحیح ہے۔ یا فرمانِ رحمان صحیح ہے۔ جب یہ بات ہے۔ تو ذرا ہم
اپنے دامنِ تفکر میں منہ ڈالکر سوچیں۔ کہ جب عزت و بزرگی اور
وقار کا دارومدار پرہیزگاری پر ہے۔ تو ہم کو فخرِ نسب کیا فائدہ دیگا۔
جب یہ کوئی فائدے کی چیز نہیں۔ تو پھر تکبر اور غرور کس بات کا ہے
(ذات و نسب نہ فخر اور تکبر کیلئے ہے۔ اور نہ نجاتِ آخرت کیلئے، مدارِ نجات اعمال صالحہ ہیں)
مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں اپنے مربی و مرشد حضرت مولانا و استادنا

عدو منا حضرت خورشید احمد صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ ایک جلسہ میں شامل ہوا۔ وہاں دیگر علماء کرام بھی تشریف فرما تھے۔ اور جلسہ کے منتظم اور مہتمم حضرت سادات کرام ہی تھے۔ پروگرام تقریر سے پہلے ان موجودہ علماء سے جو قبل ہمارے تشریف لائے ہوئے تھے۔ کسی نے آکر کہا۔ قبلہ آپ آج اپنی تقریر میں ذرا بے عملوں کو تنبیہہ کرنا اور خصوصاً یہ صاحب الدعوت حضرات بھی اس بات بے عملی کا بے حد شکار ہیں۔ سارا سارا دن ریچھ سے کتے لڑاتے ہیں۔ اور کبھی بھنگ کا شغل بھی فرما لیتے ہیں۔ تاش ان کا علی الدوامی مشغلہ ہے اور سود بھی تناول کر لیتے ہیں۔ تو ساری تقریر اس آدمی کی سُن کر ان علماء کرام میں سے بڑی تیزی سے ایک مرد تندروی سے بولے کہ ادے یہاں جو کچھ کرتے ہیں۔ ہم تم سے پھر بھی اچھے ہیں۔ پانی جتنا میلا کچیلا ہو جائے۔ غلیظ و بدبودار ہو جائے۔ مگر پھر بھی پانی آگ بجھانے کا کام دے سکتا ہے۔ یہ بات سُن کر وہ بیچارہ اپنا منہ لیکر چلا گیا۔ کیونکہ سمجھ گیا۔

ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی"

اور یہ حضرت مولوی صاحب بھی مجبور تھے۔ کچھ عمل کیطرف ان حضرات کو دعوت نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ چند دن سے متواتر ان کی دعوت کھا رہے تھے۔

ایسے حضرات کی حالت کا نقشہ علامہ نے خوب کھینچا ہے۔ ؎

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی | برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی | فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

مسجد میں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے　　یعنی وہ صاحب اوصافِ حجازی نہ رہے۔

(علامہ اقبالؒ)

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس تیز زبان مولوی سے کچھ نہ کچھ بات کہلوا ہی ڈالی۔ سید سمجھتے ہوئے گندے پانی سے تشبیہ دے دی۔ حالانکہ گندے پانی کی وہاں ضرورت پڑتی ہے۔ جہاں پانی شفاف نہ مل سکے۔ اور ادھر آگ بھی لگ چکی ہو۔ لیکن جہاں شفاف پانی کے چشمے ہوں۔ اور آگ کا خطرہ بھی نہ ہو۔ وہاں اس گندے اور غلیظ پانی کو کون پوچھتا ہے۔ اور آجکل تو مارشل لاء کا اعلان ہو چکا ہے، کہ بڑے شہروں اور قصبوں میں جہاں گندے پانی کے نالے ہیں۔ انہیں ڈھانک دیا جائے۔ اس میں جراثیم اور زہریلے مادے ہوتے ہیں۔ ان کو کھلی دیکھنا بھی بیماری ہے۔ اب بتاؤ۔ کہ جب اس گندے پانی کا دیکھنا بھی بیماری سے خالی نہیں۔ استعمال کرنا کیسا ہوگا۔ مگر کمال ہے۔ اس چاپلوس مُلّا کی چرب زبانی کا، کہ سید کو گندہ پانی کہہ دیا۔ ہم لیسیق دہیان کہتے ہیں۔ کہ سید نہ گندہ پانی بن سکتا ہے اور نہ اس میں گندے پانی کی طرح زہریلے اثرات ہو سکتے ہیں۔ ہمارے قبلہ و کعبہ حضرت استاذ العلماء غزالیٔ دوران حجۃ الاسلام ابو النجم سید احمد سعید صاحب کاظمی مہتمم مدرسہ انوار العلوم کا ارشادِ گرامی ہے۔ کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا دودھ کبھی نہیں بگڑتا۔ اور یہی بات ہے۔ کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ کہ سید و قریشی زکوٰۃ کے مستحق نہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ ہوتی ہے۔ تمہاری گناہوں کی

ں اور یہ حضرات سادات اس بات سے پاک ہیں۔ اب ذرا سوچیں کہ جب یہ حضرات میل کے قریب بھی نہ ہوں۔ تو کیا بڑی جرات ہے کہ انہیں سید مانتے ہوئے میلا اور گندہ کہہ دیں۔ اور ہمارے صوفی باصفا عبد النبی المختار حضرت مولانا محمد یار صاحب فرماتے تھے کہ میرے گھر میں کوئی نہ ہو۔ اور میں اپنے گھر میں سید کو دیکھوں۔ تو مجھے کوئی بدگمانی نہ ہوگی۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ حضراتِ سادات سے ہم اپنی مستورات کو پردہ بھی نہ دیں۔ اور انہیں محض معصوم تصور کریں۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ سید کو واقعی ہم جب یقین سے سیّد جانتے اور مانتے ہیں۔ اور باوجود اس کے پھر بدگمانی تو یہ ٹھیک نہیں کیونکہ شیر مردار پسند کرتا ہے (منظوم) گھاس نہیں کھاتا ہماہڈیاں کھالیتا ہے ستاتا کسی جانور کو نہیں۔ سیّد اگر واقعی سیّد ہے۔ تو مر جائیگا خلاف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہ کریگا۔ اور یہی درس حسین ہے ؎

سر داد نہ داد دست در دستِ یزید حقا کہ بنالا الٰہ ہست حسین!

یہی بات ہے۔ کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے بعد اسوہ حسنہ دو چیزوں سے حاصل کرنا۔ ایک قرآن اور دوسری میری اولادِ ذیشان ہے۔ ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی۔ باوجود اتنی بڑی تضیلت وشرف کے سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ یہ حضرات معصوم ہیں۔ نجات کا دارو مدار سید بن جانے پر ہے۔ یا یہ قوم

بغیر اعمالِ صالحہ کے بہشتی ہے۔ تو ہمیں سوچنا چاہیئے۔ کہ جب اتنی اولوالعزم نسب کو باوجود برتر و بزرگ ہونے کے فخر و تکبر کرنے کی اجازت نہیں۔ کہ کسی کو کمی کا سبب سمجھ کر غرور کریں۔ تو ہم تم کو کون سا حق حاصل ہے۔ کہ بغیر فہم و فراست و مقال و حکایت ہم ایک دوسرے پر نسبی تفاخر کریں۔ یہی بات سمجھانے کیلئے حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا۔ اعملی لا یغرنک انک بنت رسول اللہ اے میری لختِ جگر یہ بات تم کو مغرور نہ کردے۔ کہ تو رسولِ خدا کی بیٹی ہے بلکہ عمل کر، نجات اعمالِ صالحہ پر ہے۔ حسب نسب پر نہیں۔ ؎

دعویٰ مخدومی و حسب و نسب ، قدر جو ہم مے نیرزد نزد رب

یاد رہے۔ کہ یہ بات ظاہراً سنائی تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو۔ مگر درس عبرت تمام اقوام کو دیا۔ کہ خبردار تم لوگوں کو یہ بات مغرور اور متفخر نہ کردے۔ کہ تم کسی اعلیٰ قبیلے کے افراد ہو۔ اور کسی عالم یا عارف کی اولاد ہو۔ تم کو اپنے عمل کام آئیں گے۔ اور ان کو اپنے عمل بچائیں گے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔ ایک کا بار دوسرے پر نہیں رکھا جائے گا۔ بلکہ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ جو رائی جتنا اچھا عمل کرے گا اسکا فائدہ دیکھے گا۔ اور جو رائی جتنا برا عمل کرے گا۔ نتیجہ دیکھے گا۔

اور اس بات کی وضاحت ابوداؤد کی حدیثِ مقدس نے فرمائی۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من رجل یسلک طریقا فیہ علما الا سہل اللہ لہ بہ طریقا الی الجنۃ و من ابطا بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ ص ۱۵۸ جو شخص (خواہ کوئی ہو) اللہ کی راہ میں چل پھر کر علم حاصل کرے اس کے لئے نجات اور بہشت ہے۔ اور جو اعمال میں ناقص اور خراب ہو، اسے حسب نسب کوئی فائدہ نہ دیگا۔ اور نہ ہی اس کے لئے نجات ہے۔ اس سے واضح ہو گیا۔ کہ حسب و نسب اللہ تعالے کے نزدیک کوئی وقار نہیں رکھتا۔ صرف ایک دوسرے کی معرفت اور پہچان کے لئے ہے۔ اور واقعی اگر حسب و نسب کوئی عزت و وقار کی چیز ہوتی یا باعثِ نجات ہوتی۔ تو کنعان حضرتِ نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا مگر برباد ہو گیا۔ جس کے لئے قرآن مجید نے فرمایا۔ انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح یعنی عمل بچا سکتے ہیں۔ نسب نہیں بچا سکتی۔

پسر نوح با بدان نشست خاندان نبوتش گم شد

اور اسی طرح قارون حافظِ تورات ہونے کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قریبی رشتہ دار بھی تھا۔ ان قارون کان من قوم موسیٰ فبغیٰ علیہم الخ بیشک قارون حضرت موسیٰ کی قوم میں سے تھا۔ مگر برباد اسواسطے ہوا۔ کہ ان پر بغاوت کی اگر حسب نسب کوئی فائدہ مند چیز ہوتی تو ابوجہل و ابولہب ہلاک و برباد

کبھی نہ ہوتے۔ یزید پلید کو علیہ یا علیہ کبھی نہ کہا جاتا۔ کیونکہ یہ ایک اولو العزم
صحابی کاتب الوحی کا بیٹا ہے۔ اور اسکی پھوپھی حضرت ابوسفیان کی دختر
نیک اختر حضرت ابوسفیان کی دختر نیک اختر حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ
رضی اللہ عنہا حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات میں سے
ہے۔ اب ذرا عوام اہلِ ایمان کو سوچنا چاہیئے۔ کہ جب یہ فخر بجائے فائدے
کے نقصان ہی نقصان ہے۔ پھر ناز کس بات کا ہے۔ اور دوسرے مسلمان
بھائیوں کو نگاہِ حقارت سے کیوں دیکھا جارہا ہے۔ کیا انسان کے لئے اولو العزمی
وناموعزت اور آبرو کچھ کم ہے۔ کہ وہ اہلِ ایمان ہے۔ جس پر شاہد قرآن ہے
فرمانِ رحمان ہے۔ کہ مردِ مومن کوئی ہو ذیشان ہے۔ ولا تھنوا ولا
تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ تم سست
اور غمگین مت ہو اگر مومن ہو۔ تو تم اولو العزم اور سب سے ذیشان ہو اور
بلند مکان ہو۔ کیونکہ تم سچے مسلمان ہو۔

برے ہے چرخِ نیلی فام سے منزلِ مسلماں کی ستارے جس کی گردِ راہ ہیں وہ کارواں تو ہے

تفرقہ بازی اور گمراہی غرورِ نسب قوم ہی کی ہے

یہ نعمتِ ایمان ایسی ذیشان چیز ہے۔ کہ دنیا میں بھی عزت اور آخرت
میں بھی عزت، پھر ایک فانی نسب و حسب کا موجبِ عزت سمجھنا۔ اور وہ قادر کا

دار و مدار اس کہ جاننا اگر سراسر گمراہی اور بے وقوفی و کم فہمی نہیں تو اور کیا ہے۔ جس کو آقائے نامدار نے جڑ سے کاٹا۔ اور جس وقار کو بے وقار قرار دیا۔ مگر آج پھر وہی رفتارِ بے ڈھنگی جو پہلے تھی وہ اب بھی ہے۔ جو کہ ایک منبعِ گمراہی اور فساد ہے۔

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا
یہ ہندی یہ خراسانی یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا
غبار آلودہ ہیں رنگ و نسب میں بال و پر تیرے
تو اے مرغِ حرم اڑنے سے پہلے پر فشاں ہو جا

دورِ حاضرہ میں انسانی وقار نسب و قوم پہ ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ گمراہی ہی گمراہی ہے۔ اگر کوئی پکا سچا دیندار اور صاحبِ علم ہو۔ مگر کسبِ حلال کر کے پیٹ پالتا ہو۔ تو اسے نظرِ حقارت سے دیکھا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی بے عمل و بدمعاش دولت مند (قوم کا خواہ کچھ ہو۔ جب دولت ہے قریشی ملک، خان یا چوہدری ضرور ہو گا۔ تو وہ نگاہِ خوشامد سے دیکھا جاتا ہے۔ الٹی چال ہے۔ بس یہی چیز وجہ وبال ہے۔ اور فساد و گمراہی کا جال ہے۔

اسلام میں عزت و وقار علم و ایمان کیلئے ہے ورنہ گمراہی و بربادی ہے

کتبِ قدیمہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اقوامِ سابقہ جب ہی گمراہ

ہوتے ان کی گمراہی کا سبب زیادہ تر یہ ہوتا کہ کسی کی لیاقتِ علمی اور اس کے جوہر و کمال پر نظر نہ کی جاتی۔ بلکہ لاکھ صاحبِ علم و کمال ہو کچھ نہ سمجھا جاتا۔ صرف اسکی نسبت اور اسکی دولتمندی دیکھی جاتی۔ بس یہ چیز ہوتی اور گمراہی اور بربادی نازل ہو جاتی۔ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ قرآن مجید میں ملاحظہ فرمالو کہ جب قوم بنی اسرائیل میں حضرتِ طالوت اللہ کی طرف سے بادشاہ اور ان کے حکم بن کر تشریف لائے۔ تو آپ کیونکہ رنگریزی کرتے تھے۔ لہذا قوم نے اعتراض کیا۔ انی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک منہ ولم یوت سعۃ من المال قال ان اللہ اصطفہ علیکم وزادہ بسطۃً فی العلم والجسم کہ یہ (حضرت طالوت) ہمارا بادشاہ کیسے بن سکتا ہے (کیونکہ یہ رنگریز ہے) اس لئے ہم اس سے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ ہم دولت مند ہیں۔ اور یہ دولت مند نہیں۔ تو حضرت شمویل علیہ السلام نے ان بیوقوفوں کو سمجھایا۔ کہ اللہ تعالے نے اسے تمہارا حکم بنا دیا ہے۔ تم دولت اور نسب کو نہ دیکھو۔ لیاقت علمی کو دیکھو۔ یہ علم میں تم سب سے زیادہ عالم ہے۔ اور اجمل ہے۔ مگر وہ نہ مانے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برباد اور گمراہ ہو گئے۔ معلوم ہو گیا کہ وقار نسب کا خیال ہونا اور اسے موجبِ عزت و نجات تصور کرنا گمراہی ہے۔ اور جب یہ بات اسلام میں

ں مسلمانوں کا چرچا تھا۔

تمہاری عزتیں تھیں اوج تھا رتبہ تھا شانیں تھیں
تمہاری بات تھی احکام تھے کہنا تھا آئینیں تھیں
تمہارے ذکر میں سرگرم دنیا کی زبانیں تھیں
تمہیں تم تھے زمانے میں تمہاری داستانیں تھیں

غرور و ناز کم کرنا پڑا تھا ایک عالم کو
سر تسلیم خم کرنا پڑا تھا ایک عالم کو

نہ آپس کے یہ جھگڑے تھے نہ یہ ناحق پرستی تھی
طبیعت میں نہ دیو نفس کا یہ چیرہ دستی تھی
نہ دل میں بدگمانی تھی نہ ہمت میں پستی تھی
نظر کے سامنے نور حقیقت ساری ہستی تھی

تمہاری وضع دلکش تھی تمہاری شان عالی تھی
خوش اخلاقی تمہاری مظہر شان جمالی تھی

تمہارا اتفاق باہمی دیوار آہن تھا
مخالف ایک کا جو تھا وہ گویا سب کا دشمن تھا
تمہاری ہمتوں کا عرش اعظم پہ نشیمن تھا
تمہارے ہاتھ میں آفاق کا ہر علم ہر فن تھا

تم اپنی حق پرستی سے دبا دیتے تھے اعدا کو
خدا کے سامنے جھک کر جھکا دیتے تھے دنیا کو

یہی بات تھی۔ کہ حضرت محمد بن قاسم جیسے کم سن ۱۷ برس کی عمر والے نوجوان نے رب سے ملتان تک نعرۂ تکبیر بلند کر دیا۔ وجہ صرف یہی تھی۔ کہ کسی کی عزت وتی ایماندار سمجھکر کسی کو ذلیل تصور کیا جاتا تو غدار سمجھکر یہ ضرور ہے۔ کہ اسوقت ھی قوم میں ذو نسب اور کنبے قبیلے تھے۔ لیکن صرف معیار پہچان تھے۔ جیسا کہ

فرمانِ یزدان ہے۔ اور ہمارا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ اگر کوئی سید قریشی، جام خان رئیس ہو، بیشک ہو۔ مگر عزت اور وقار ایمان پر ہے۔ اور اُسے بھی مغرور اور متفخر نہ ہونا چاہیئے۔ کہ ہیں جو کچھ ہوں۔ مگر ذو نسب ہوں۔ لہذا عزت دار ہوں۔ بلکہ عزت عند اللہ اور اس کے رسول اور مومن کیلئے ہے۔ العزۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون (قرآن مجید) عزت کا معیار غفار اور نبی مختار اور مومن پرہیزگار ہے۔ کہ بے ایمان عند اللہ ہے۔

موجبِ بیان

میرے مکرم حضرات یہ تذکرہ جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس کا موجب یہ ہے۔ کہ میں ایک دن ایک مولانا صاحب کے پاس گیا۔ اور چند منٹ کیلئے وہاں بیٹھنا پڑا۔ مدرسہ تھا۔ اور یہ مولانا موصوف وہاں کے مدرس، بلکہ صدر مدرس کے القاب سے نوازے جا رہے تھے۔ ان کے پاس شاگردان کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا۔ اور یہ مختلف اقوام کے طلباء کرام تھے ایک منتہی جماعت کو اسباق پڑھا رہے تھے۔ ان میں بھی کوئی دہقان کوئی موچی کوئی کسان کوئی اعوان کوئی قریشی، اور ایک تیلی کا لڑکا بھی تھا۔ جو نہایت ذہین اور محب العلم اور ظاہراً ذوق و شوق کا پیکر تھا جس کے رخساروں سے تہذیب نمایاں تھی۔ اور جس کے آثاروں سے شرافت درخشاں

مولانا مذکورہ طالب علموں سے باتیں کرتے کرتے اس طالب علم پر لوٹ پڑے
اس بے قصور و پر شعور کو باتوں باتوں میں ایسا شرمندہ کیا۔ کہ خدا پناہ
دے۔ اور شرمندہ صرف اس بات سے کرتے۔ کہ تو کم ذات ہے۔ اگر تو
عالم بھی ہو گیا۔ تو پھر بھی کم ذات ہی رہے گا۔ اور عزت کا کم ذات سے
کوئی سروکار نہیں۔ نہ تجھے پڑھنے سے فائدہ ہے۔ اور نہ مجھے تیرے
پڑھانے سے فائدہ ہے۔ تیرے جیسے کم ذات کی لوگوں کو۔ پڑھانا
ایسا ہے۔ جیسا کہ خنزیر کے گلے میں سونے کا ہار لگا دیا جائے۔ اور
مولانا بار بار یہ شعر زبان دہقاں سے بیان فرماتے ؎

سعدیا شیراز یا سبقے مدہ کم ذات را — کم ذات چوں ملا شود شکوہ کند استاد را

جب یہ حضرات سبق سے فارغ ہوئے۔ میں اس جماعت میں چند گھنٹے
بیٹھا طلباء کرام سے باتیں کیں۔ اور اس طالب نیلی سے دریافت کیا۔
تو ظاہراً تو بہت شریف، ادب کا پتلا نظر آتا ہے۔ پر باطناً شاید گستاخ ہے
کون سا تو نے قصور اور بے ادبی کی۔ تجھ پر حضرت استاد کا اتنا تشدد ہو گیا
آئندہ ایسی بے ادبی نہ کرنا۔ کہ جس سے استاد خفا ہو جائیں۔ استاد کی جوتی کو
جوتڑی کہنا بھی بے ادبی ہے ؎

بے ادب محروم شد از فضل رب

یہ میری گفتگو سن کر اس بیچارے کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو

ٹپاک پڑے کہنے لگا۔ میرے مکرم خدا کی قسم آج تک نہ مجھ سے کوئی
بے ادبی ہوئی ہے۔ اور نہ ہوگی۔ میں تو بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ
کہ من علمنی حرفا فھو مولی ان شاء یبیعنی وان شاء
اعتقنی (جس نے مجھے ایک حرف بھی علم دین کا بتایا۔ وہ میرا آقا و مولا
ہے۔ اگر چاہے مجھے بیچ دے۔ اگر چاہے مجھے آزاد کر دے غرضیکہ
میں اس کا غلام ہوں)۔ اس بات پر کاربند ہوں۔ اور خدا تعالیٰ کا شکرگذار
ہوں۔ تیلی کا لڑکا ہوں۔ مگر علمِ دین سے کچھ نہ کچھ واقف ہوں۔
اور ہوتا جا رہا ہوں۔ (دیوان حضرت علی)

رضینا بقسمۃ الجبار فینا　　لنا علمٌ وللجہالِ مالُ

ہم اپنے ربّ جبار کی اس تقسیم سے راضی ہیں۔ کہ ہمیں علم دیا۔ اور
جہاں کو دولت دی۔ بہت محنت و جانفشانی سے علمِ دین حاصل کیا
ہے۔ ان بزرگواران اور دیگر اساتذان کی خدمت کر کے علم پڑھا ہے۔
بہت مشقت کا سامنا کرنا پڑا۔ ماں باپ کو چھوڑا۔ مسافر بنا۔ مگر یہ میری
قسمت ہے۔ کہ ہر روز باتوں میں اس طرح کی بھرمار ہوتی رہتی ہے
کبھی خیال آتا ہے۔ اگر ہم جیسے لوگوں کا علم پڑھنا کوئی فائدہ مند نہیں۔
تو یہ محنت رائیگان مگر فرمانِ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ملحوظ رکھتے ہوئے
اس خیال کو ترک کر دیتا ہوں۔ کہ حدیث مقدس میں ہے۔ طلب العلم فریضۃ

کل مسلم و مسلمۃ علم کا حاصل کرنا ہر مومن اور مسلم مرد و زن پر فرض ہے۔
اور دیگر یہ بات بھی ہے۔ کہ اطلبوا العلم ولو کان فی الصین۔ علم کو تلاش
کرو۔ اگر چین میں کیوں نہ ہو۔ تو ان باتوں کو دیکھ پھر اپنے خیال کو پختہ کر لیتا
ہوں۔ کہ علم ضرور حاصل کرونگا۔ کیونکہ خواہ کوئی ہوں لیکن مسلمان ضرور ہوں
لیکن کیا کروں اگر مسافر بناسب کچھ برداشت کیا۔ مگر پیش گوئی محرومی کی
سُنائی جا چکی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ آپ جیسے محترم لوگوں نے سنا تو سمجھا کہ
واقعی اس کا کوئی قصور ہوگا۔ واللہ باللہ میرا کوئی قصور نہیں۔ اور نہ ان استادوں
کا قصور کہہ سکتا ہوں۔ بس یہی کہوں گا۔ کہ مشیت ربی ہے کہ میرا جنم کسی خان
اور ملک کے گھر نہیں ہوا۔ شکر ہے۔ کہ تیلی ہوں پر مومن ہوں۔ ؎

"گنہگارم ولیکن خویش نعیمم"

جب یہ انصافانہ اور بے باکانہ گفتگو سُنی تو میں نے کہا اچھا یہ خود دا
قصہ یہ بتاؤ ایسی بات کا موجب کیا ہے؟ ——— اس نے ایک آہ بھری اور
کہا۔ حضرت عرض یہ ہے۔ کہ میں کیونکہ آجتک میرے والد صاحب یہاں
مدرسہ میں تشریف نہیں لائے۔ اور میں بے شک اس کی خدمت کرتا ہوں
اور وہ جانتے ہیں۔ کہ میرا گھر سے تعلق نہیں رہا۔ محض علم کی طرح تو یہ
حضرت استاد صاحب سمجھے ہیں۔ کہ اسے جو کچھ کہا جائے گا۔ کوئی پرسش
نہ ہوگی۔ تو میں نے اس طالب العلم اور اس مولانا کی طرز گفتگو سے یہی اندازہ

لگایا۔ کہ اس مذاقِ خلافِ شرع کا مقصد صرف یہی ہے۔ کہ دوسرے طالب العلموں کو اپنی خدمت کرانے اور مزید ترغیب خدمت دینے کیلئے یہ کارِ خیر ہر روز ہوتا ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اور کیا یہ عمل جزِ دین ہے یا خلافِ شرع ہے۔

تو دوستو آجکل ایسی نسبت ستی اور عزت جھوٹی کی ہوا چلی ہے۔ کہ عوام تو عوام اپنے کو مولوی کہلانے والے بھی اس مرضِ با غرض میں مبتلا ہیں۔ یاد رہے۔ ایسے لوگ نہ مولوی ہیں نہ مولوی کہلانے کے حقدار ہیں۔ بلکہ مولویوں کے لئے مثلِ خار ہیں۔ واقعی ننگِ اسلاف ہیں۔ --- مولوی یہ تھے! ؎

گدائی میں بھی یہ اللہ کو ایسے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو بھی الٹے دے کے بخشش کا نہ تھا یارا
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی عقیدت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

جب یہ مذاکرہ بین الاستاد والطلباء دیکھا۔ تو دل کو بہت صدمہ ہوا اور یہ مندرجہ ذیل اشعار کہتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا۔ ؎

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغزِ استخواں سوزد

اور چاہا کہ اس پُر فتن دور میں ایسی پیشتر بے اثر مزاجوں کا ایک

ذیل تردیدی بیان مؤید سنت و قرآن و مطابق طرزِ بزرگان پیشِ عوام کرتا ہوں۔ جسے بیان کر رہا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العزیز الرحیم۔

کم ذات لوگ کون ہیں؟

اب ذرا اس بات کو بھی ذہن نشین کر لو کہ کم ذات لوگ کون ہیں؟ حالانکہ نفس پرست کم ظرف کوتاہ بین دشمنِ دین حضرات کو تو ہر رزقِ حلال اور کسب کمال دنیاوی کام سے روزی کمانے والے کو کم ذات کہتے ہیں۔ مگر یہ محض غلط اور بیوقوفی ہے۔ کہ ان کم فہموں نے کم ذات کا معنی ہی نہیں سمجھا۔ اگر کسی کام و کاج کسب حلال یا کوئی پیشہ اختیار کرنے والا یا اسکی اولاد کم ذات ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان پر غرور بے شعور بدستور لوگوں کے خیال میں حضرت شیخ ابراھیم افضل الدین خاقانی شروانی ملک الشعراء متوفی ۵۸۲ھ / ۱۱۸۶ء جیسے جلیل القدر بہرہ ور سر اقوام ذی العزت والاحترام جیسے بھی کم ذات ہوں گے۔ جبکہ اپنی قلمی کتاب تحفۃ العراقین جو عہد شہجہان کی اب تک موجود ہے۔ اس میں خود تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں دادا کی طرف سے نسب میں (نساج) جولاہا ہوں۔ اور باپ کی طرف سے (درودگر) درکھان ہوں۔ اور ماں کی طرف سے (طباخ) نان بائی ہوں۔ اور چچا کی طرف سے (طبیب) حکیم ہوں۔

۵

دادا کی طرف سے نسب

جولاہا بر آیم از سوے جد — در صنعتِ من کمال ابجد

والد کی نسب

از سر خلائقم سبکسار — بر مائدہ علی نجار کو

والدہ کی نسب

ہستم ز غذائے نان پرور — طباخ نسب ز سوئے مادر

چچا کی نسب

ز سوے عم طبیب گوہر — بقراط سخن تہفت کشور

حالانکہ کروڑوں ایسے افراد بامراد ہیں۔ جو کہ نسب میں کام و کسب رزقِ حلال سے پیٹ پالتے تھے۔ جن کا ذکر نمونہ کے طور پر عنقریب ذکر کر دوں گا۔ لیکن نہ انہیں کم ذات کہا گیا ہے۔ اور نہ کوئی کہہ سکتا ہے اور جو ان خدا رسیدہ ایمان داروں سعادت مندوں پیشہ کرنے والے ہنر مندوں کو کم ذات کہیگا وہ خود کم ذات ہو گا۔ کم ظرف کمال اپنا جتا دیتے ہیں اکثر ـ

یاد رہے کہ کم ذات، بے دین اور ملحد کو کہا جاتا ہے۔ ملی جب تک ملحد ہے۔ لاریب کم ذات ہے۔ اور جب مومن بن گیا۔ اگرچہ جولاہا تھا۔ وہ گمانِ کم ذاتی سے نکل گیا۔ بلکہ وہ مرد بزرگ اور شیخ صاحب کے لقب سے

پایا جائیگا۔ جس کی نظیر حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ قبل اسلام عیسائی تھے۔
اور حضرت علامہ ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ جن کی نسب دادہ سے برہمن سے
ملتی ہے۔ جس کا اظہار آپ نے خود "پیام مشرق" بیان کیا ہے۔

مرا بنگر کہ در ہندوستاں دیگر نمے بینی
براہمن زادہ رمز آشنائی روم تبریز است

مگر آپ مرد مومن مسلم بن گئے۔ اگر اب انہیں کوئی براہمن زادہ
تصور کرکے کم ذات کہے۔ تو وہ خود کم ذات ہوگا۔ کیونکہ یہ ہستی لاثانی
محسن قوم اور مشفق ملت کے علاوہ عارف دعالم ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ کام اور ہنرمندی کرنے والے اور پیشہ دنیاوی
اختیار کرنے والے اگر العیاذ باللہ کم ذات اور بے وقار ہیں۔ تو یہ بات
اللہ تعالیٰ کے نبیوں سے لیکر سلف الصالحین تک پائی جاتی ہے۔ اگر یہ
بات موجب لعنت یا بے وقاری ہوتی۔ تو یہ اس کام سے بری ہوتے۔ مگر
نہ کسی نے انہیں اس دنیاوی کام کی وجہ سے کم ذات سمجھا۔ اور نہ نگاہِ
حقارت سے دیکھا۔ نہ کمی کہا۔ بلکہ عوام تمام ان سے نسبت روحانی اور
ان کے جوہر علم ربانی کو ملحوظ کرکے ہمیشہ سے انہیں عزت کی نگاہ سے
دیکھتے آئے ہیں۔ بس یہی وجہ تھی۔ کہ جب معیارِ عزت انسانی جوہر
اور کمال علمی تھا۔ تو مخلوق میں اتنا فتنہ وفساد نہ تھا۔ اور جس وقت

معیارِ عزت حسب و نسب سمجھا گیا۔ اور دولت مندی باعثِ عزت بنی تو ہر شب و روز نئے فتنے اور فساد کی وارداتیں شروع ہوئیں۔ جو کہ فخرِ نسبی کی برکت ہے۔ حالانکہ حضور کریم نے فرمایا ہے۔ کہ جس نے کسی دولتمند کو دولت مند سمجھ کر عزت کی اس کا آدھا دین ضائع ہوگیا۔ تو اس سے پتہ چلا کہ عزت کا معیار اور وقار کا دارومدار ہر دیندار کیلئے محض علمِ ربانی اور جوہرِ روحانی ہے۔ جو کہ کمالِ انسانی ہے۔ ؎

خوش سلوکی عمل صالح یہ تمہارا کام ہے
یہ نہ دیکھو کہنے والا کون ہے کیا نام ہے

اب کیونکہ وقت طویل گزر چکا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں، نبیوں، ولیوں اور علمائوں کے نام مثل نمونہ پیش کرتا ہوں۔ جن بزرگوں نے کام کرنے یا کسی ہنر مندی کو ذلت نہیں سمجھا۔ بلکہ وہ خود کسبِ حلال سے رزق حاصل کر کے وقت گزارتے رہے۔ اب آپ خود انصاف کریں۔ کہ کسب کرنے والا کم ذات ہے۔ یا نہیں۔ یا ایسا پیشہ اختیار کرنے والوں کو کم ذات کہنے والا خود کم ظرف و کم ذات ہے۔ انصاف آپ پر ہے۔

چند بزرگوں کے نام، انکے پیشے اور کام ملاحظہ فرمائیں

اسماء گرامی	کون سا کام کیا
(۱) حضرت داؤد علیہ السلام	زرہیں بنا کر بیچتے تھے۔

	اسماء گرامی	کون سا کام کیا
(۲)	حضرت ابراہیم علیہ السلام	معماری کی ہے
(۳)	حضرت اسماعیل علیہ السلام	مزدوری کی ہے
(۴)	حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	بزازی کرتے تھے۔
(۵)	حضرت عمر رضی اللہ عنہ	اپنا کرتا آپ سیتے تھے۔
(۶)	حضرت امام ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ	کفن دوز تھے۔
(۷)	حضرت محمد والد امام غزالی	ریشم فروشی کرتے تھے۔
(۸)	حضرت امام شمس الائمہ رحمۃ اللہ	حلوائی تھے۔
(۹)	حضرت علامہ قفال مروزی	قفل ساز لوہار تھے۔
(۱۰)	حضرت ابو الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	سنار (زرگر) تھے۔
(۱۱)	حضرت عبد العزیز مصنف الابریز	رنگریز تھے۔
(۱۲)	حضرت ابو الحسن خرقانی رح	کھیتی باڑی کرتے تھے۔
(۱۳)	حضرت شیخ ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ	حجام تھے۔
(۱۴)	حضرت ابو بکر نساج طوسی خلیفہ ابو القاسم گرگانی	جولاہے تھے۔
(۱۵)	اورنگ زیب بادشاہ	کتابت و ٹوپیاں بنا کر بیچتے تھے۔
(۱۶)	امام غزالی کے چچا صاحب	جولاہے تھے۔

(۱۷) حضرت ابو العباس نہاوندی ٹوپیاں بناتے تھے۔

(۱۸) حضرت شیخ خیر رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرتِ سری سقطی کے مرید تھے۔ اور بذاتِ خود بہت مشائخوں کے اُستاد تھے۔ جن کی صحبت میں شبلی اور ابراھیم خواص جیسے بزرگوں نے توبہ کی۔ آپ بھی جولاہے تھے۔ ۱۲

نوٹ:۔۔۔ جن پر نشان ۱۲ ہے۔ وہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ کام ان حضرات کا علی الدوامی نہیں تھا۔ لیکن بتانا یہ ہے۔ کہ ان بزرگان کو اس کام سے نفرت بھی نہیں تھی۔ اور نہ اسے انہوں نے ذلت سمجھا۔ کیونکہ انبیاءِ علیہ السلام ذلت کا پیشہ اختیار کرنے سے پاک ہیں ؛

اور یہی اسوۂ حسنہ ہے۔ کہ کام سے جی نہ چرائیں اور کرنے والے کو ذلیل تصور نہ کریں۔ کیونکہ سرورِ عالم ہادیٔ اعظم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی۔ ایسے کام سے نفرت اور عار نہیں فرمائی۔ آپ اپنی پرانی قمیصوں کو سی لیتے تھے۔ اپنی نعلین مبارک کو بھی کرم فرماکر جوڑ لیتے تھے۔ مگر امتی ہے۔ کہ جوتی سینے والوں کو اور کپڑا سینے والوں کو کمی اور کم ذات کہہ کر ستا رہا ہے۔ اور نگاہِ حقارت سے دیکھ رہا ہے۔

مشقت کی محنت کو جو عار سمجھیں ہنر اور پیشہ کو جو خوار سمجھیں
تجارت کو کھیتی کو دشوار سمجھیں محنت کے پیسے کو مردار سمجھیں

تن آسانیاں چاہیں اور آبرو بھی
وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی

ہمارا یہ حق تھا کہ سب یار ہوتے مصیبت میں یاروں کے غمخوار ہوتے
عزیزوں کے غم میں دل افگار ہوتے سب اِک اِک کے باہم مددگار ہوتے

جب ہوتے یُوں اُلفت میں ثابت قدم ہم
تو کہہ سکتے اپنے کو خیر الامم ہم

اگر بھولتے ہم نہ قولِ پیمبرؐ مسلمان مسلمان کا باہم برادر
برادر برادر کا جب تک ہے یاور معاون اُس کا ہے پھر خداوندِ داور

تو بیڑے میں اپنے نہ آتی تباہی
فقیری میں بھی کرتے ہم بادشاہی

دُعا فرماؤ اللہ تعالیٰ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور بُرائی اور بدائی سے بچائے۔ (آمین ثم آمین) یا رب العالمین
بحرمتہ سید المرسلین

عبد النبی الانور محمد رمضان گلشن چشتی عفا اللہ عنہ خطیب جامع مسجد غلہ منڈی
پپیاں چنیوٹ۔

اہلسنت کیلئے لمحہ فکر!

ہر مکتب فکر کا فرد اپنے مذہب کی تبلیغ میں تحریراً تقریراً ہر لحاظ سے سرگرم ہے۔ جسمیں سے ہر شہر و قصبہ میں ہر مذہب ملت والا منظم طریق پر کاربند ہے۔ ایک اہلسنت والے خالص سُنی حضرات ہیں۔ جو کہ اس کام میں پیچھے ہیں۔ اب مختصر سی عرض صرف اتنا ہے۔ کہ اگر چاہتے ہو کہ ہمارا مذہب اور ہماری ملت بھی اس کام ترقی دین میں حصہ دار ہو تو خالصتاً اہلسنت و جماعت کی تصنیفوں کی اشاعت کرو۔ اور وہ بغیر قربانی مالی و زبانی کے نہیں ہو سکتی۔ لہذا جاں نثارانِ اہلسنت کی خدمت میں التماس ہے۔ خالص تبلیغ سُنی کے لئے دار الاشاعت متصل جامع مسجد غلہ منڈی میاں چنوں میں اپنے عطیات پیش کریں۔ تاکہ تبلیغ دین میں اور اضافہ ہو۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ میری اس مختصر عرض کو کافی تصور کرکے اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹاؤ گے۔

والسلام

عبد النبی الانور محمد رمضان گلشن عفا اللہ عنہ

ماہنامہ السّعید ملتان

حضرت حجۃ الاسلام شیخ الحدیث قبلہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم کے علمی، ادبی محققانہ اور منصفانہ مضامین کا بہترین مجلّہ ہے۔ جس کا مطالعہ اہلِ ذوق و اہلِ علم حضرات کے لئے پسندیدہ مشغلہ ہے۔

نذرِ عقیدت

یہ قبلہ کاظمی صاحب کی بیشک پاک ہستی ہے
کہ جن کے نطق سے ہر دم حقیقت ہی برستی ہے

بھلا کیوں نہ کہیں، ہے ضیغمِ اسلام یہ ہستی
کہ ان کے سامنے مٹ جاتی ہے باطل کی ہر ہستی

جمیع ملتِ حق کو انکے دم سے ناز ہے ہر دم
مخالف گرچہ جتنا ہو رہے گا سامنے سر خم

مخالف کو ہے طاقت کیا کہ انکے سامنے آئے
اگر ہے شک تو آ جائے ہے حاضر جس کا جی چاہے

نکالا "السّعید" اور حق کا منظر ہی دکھا ڈالا
تعاقب کرنے والوں کو دبا ڈالا مٹا ڈالا!

کمتر سعیدی خورشیدی

(زرِ سالانہ پانچ روپے)

ملنے کا پتہ:۔۔۔۔

دفتر السّعید کچہری روڈ، ملتان شہر